بلوچستان کے عوام کا نمائندہ اخبار
Daily IMROZ Quetta A.B.C Certified
روزنامہ امروز کوئٹہ
چیف ایڈیٹر حکیم اکمل
www.imroz.com.pk
جلد نمبر 12 | بروز جمعہ 26 مارچ 2021ء 12 شعبان المعظم 1442ھ | شمارہ 270 | قیمت 10

اسپیکر غیر جانبدار، اسمبلی اجلاس میں سیاسی امور پر نہیں بلکہ عوامی مسائل پر بات ہونی چاہیے: صوبائی وزراء

صوبے کے 17 لاکھ خاندانوں کو 10 لاکھ روپے تک کی ہیلتھ انشورنس فراہم کی جائیگی، صوبائی وزراء سردار یار محمد رند، میر ظہور بلیدی، سردار عبدالرحمن کھیتران کی مشترکہ پریس کانفرنس

گلوبل پارٹنرشپ فار ایجوکیشن کے تحت تعینات کی گئی اساتذہ کے کنٹریکٹ میں ایک سال کی توسیع جبکہ معاملے کے مستقل حل کے لئے چار رکنی کابینہ کمیٹی قائم کردی ہے جو وزیراعلیٰ کو 15 روز میں سفارشات پیش کریگی

ووٹ کی پرچی جعلی حکومت کے لیے موت کا پروانہ ہے، مریم نواز

عوام کے غیظ وغضب سے تمہیں ادارے نہیں بچاسکتے، سلیکٹڈ الیکشن سے بھاگے گا نہیں تو اور کون بھاگے گا؟

لاہور (این این آئی) مسلم لیگ (ن) کی نائب صدر مریم نواز نے کہا ہے کہ تین سال عوام کا استحصال کرنے والے عوام میں جانے سے دوڑ گئے، ووٹ کی پرچی جعلی حکومت کے لیے موت کا پروانہ ہے۔ سماجی رابطوں کی ویب سائٹ ٹویٹر پر اپنے بیان میں مریم نواز نے کہا کہ ڈسکہ الیکشن ملتوی

بقیہ 1 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

کوئٹہ (این این آئی) صوبائی وزراء نے کہا ہے کہ حکومت بلوچستان نے گلوبل پارٹنرشپ فار ایجوکیشن کے تحت تعینات کی گئی اساتذہ کے کنٹریکٹ میں ایک سال کی توسیع جبکہ معاملے کے مستقل حل کے لئے چار رکنی کابینہ کمیٹی قائم کردی ہے جو وزیراعلیٰ کو 15 روز میں سفارشات پیش کریگی، کابینہ نے صوبے کے 17 لاکھ

بقیہ 2 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

پی ٹی آئی عملاً ملک کی ناکام ترین حکومت ثابت ہوچکی، ثمر ہارون بلور

آج کل عالمی سطح پر جنگیں توپوں، بندوقوں سے نہیں میڈیا کا زور پر لڑی جاتی ہیں

صوابی (این این آئی) اے این پی خیبرپختونخوا کی ترجمان ثمر ہارون بلور نے کہا ہے کہ آج کل عالمی سطح پر جنگیں توپوں اور بندوقوں سے نہیں لڑی جاتی بلکہ آج میڈیا کا دور دورہ ہے اسلئے اے این پی کے ہر کارکن کو میڈیا اور خاص کر سوشل میڈیا سے روشناس ہونا چاہئے ان خیالات کا اظہار

بقیہ 3 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

لاہور، مسلم لیگ (ن) کے صدر شہباز شریف کو احتساب عدالت میں پیشی کے بعد واپس لے جایا جا رہا ہے

ہم نے کبھی سرحدوں کی ذمہ داری نہیں اٹھائی، سردار اختر مینگل

پی ڈی ایم جن قوتوں کی خلاف اکٹھی ہوئی تھی وہ قوتیں دائرہ اختیار سے ہٹ کر پارلیمنٹ کے اختیارات اور آئین کی خلاف ورزی کررہی ہے، سربراہ بلوچستان عوامی پارٹی

استعفیٰ اس لئے جمع نہیں کرائے کہ اسمبلیاں اپنی مدت پوری کرے سینیٹ الیکشن میں ریٹرننگ آفیسر نے اپنی جادوں کی چھڑی سے سات ووٹ مسترد کرنے پر ان کو تمغہ امتیاز ملنا چاہیے تھا

کوئٹہ (آن لائن) بلوچستان نیشنل پارٹی کے سربراہ رکن قومی اسمبلی سردار اختر جان مینگل نے کہا ہے کہ پی ڈی ایم کی تحریک کا یہ آخری معرکہ ہے ملک میں جمہوری اداروں کو مضبوط کرنے اور آئین پر عملدرآمد حقیقی جمہوری نظام لانے کیلئے ہم نے اپنی

بقیہ 4 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

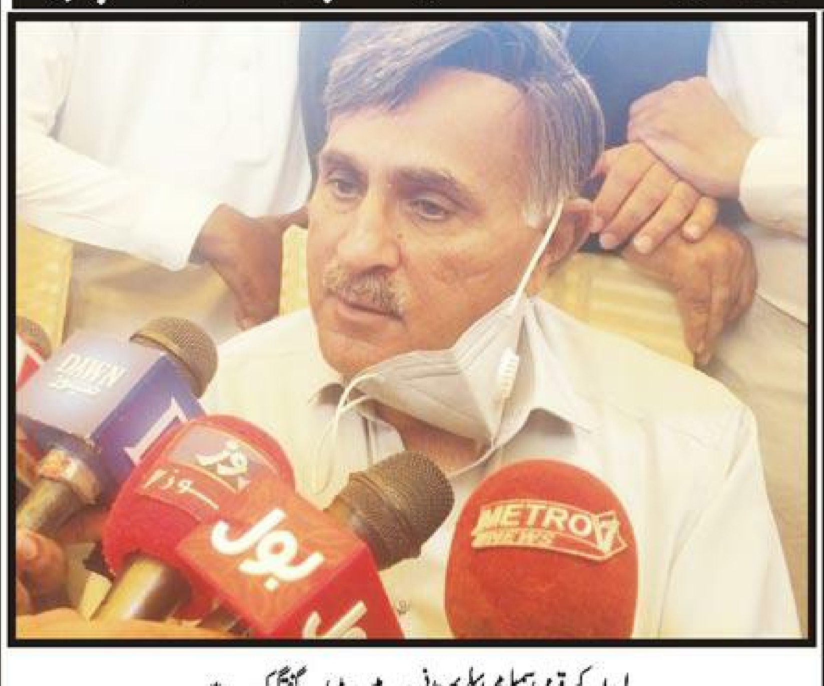

لسبیلہ، سردار اختر جان مینگل میڈیا سے گفتگو کر رہے ہیں

تفتان ٹریفک حادثے میں جاں بحق افراد کی تعداد 8 ہوگئی

کوئٹہ (آن لائن) کوئٹہ تفتان آر سی ڈی شاہراہ پر مسافر کوچ اور کار میں تصادم سے ایک ہی خاندان کے 8 افراد جاں بحق ہوگئے۔

بقیہ 6 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

مریم نواز کیساتھ اظہار یکجہتی کیلئے نیب آفس جائینگے، پی ڈی ایم

قانون حکومت کی لونڈی نہیں جہاں چاہیں ریڈ زون قائم کردیں، رانا ثناء اللہ

لاہور (این این آئی) پی ڈی ایم رہنماؤں نے کہا ہے کہ مریم نواز کے ساتھ اظہار یکجہتی کیلئے نیب آفس جائیں گے، قانون حکومت کی لونڈی نہیں کہ جب اور جہاں چاہیں ریڈ زون قائم کر دیں۔

بقیہ 5 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

بہت جلد ضمیر فروشوں کی نشاندہی کریں گے، مولانا حیدری

26 مارچ کو نیب میں مریم نواز کی پیشی کے موقع پر پی ڈی ایم میں شامل جماعتیں اظہار یکجہتی کریں گے

نیب کی جانب سے سیاسی قائدین کی پگڑیاں اچھالنا اور انہیں مقدمات میں الجھانا ان کا مشغلہ ہے، رہنما جے یو آئی

کوئٹہ (آن لائن) جمعیت علماء اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری نے کہا ہے کہ 26 مارچ کو نیب میں مریم نواز کی پیشی کے موقع پر پی ڈی ایم میں شامل جماعتیں اظہار یکجہتی کریں گے۔ نیب کی جانب سے سیاسی قائدین کی پگڑیاں اچھالنا اور انہیں مقدمات میں الجھانا ان کا مشغلہ ہے۔

بقیہ 18 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

ملک کی معاشی خودمختاری پر حملے ہورہے ہیں، سردار بلند جوگیزئی

نااہل حکمران ملک کو آئی ایم ایف کے پاس گروی رکھ کر ملک سے فرار ہوجائیں گے کسی بھی طرح پاکستان اور یہاں کے عوام کے مفاد میں نہیں

اسٹیٹ بینک سے متعلق آرڈیننس وفاقی حکومت کی جانب سے ملک کو آئی ایم ایف کے حوالے کرنے کی سازش ہے جس کی پاکستان پیپلز پارٹی مذمت کرتی ہے

کوئٹہ (این این آئی) پاکستان پیپلز پارٹی بلوچستان کے صدر سردار بلند جوگیزئی نے کہا ہے کہ اسٹیٹ بینک سے متعلق آرڈیننس وفاقی حکومت کی جانب سے ملک کو آئی ایم ایف کے حوالے کرنے کی سازش ہے۔

بقیہ 7 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

بلوچستان کے ضلع دکی میں فائرنگ سے ایک شخص زخمی ہوگیا

بقیہ 8 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

بلوچستان کی سنگل شاہراہیں قتل گاہیں ثابت ہورہی ہیں، آغا محمود شاہ

اس سلسلے کو قومی اسمبلی کے فلور پر اٹھا چکا ہوں کہ بلوچستان کی قومی شاہراہوں کو ڈبل کرنے کے حوالے سے فوری طور پر عملی کام کا آغاز کیا جائے، رکن قومی اسمبلی

وفاقی اور صوبائی ہر حکومت کو صوبے کی ترقی کے ساتھ کم اور صرف من پسند افراد کو نوازنے اور کرپشن کے ذریعے مال بنانے میں مصروف ہیں

کوئٹہ (این این آئی) جمعیت علماء اسلام کے رکن قومی اسمبلی مولانا آغا محمود شاہ نے کہا ہے کہ بلوچستان کی قومی شاہراہوں کو ڈبل کرنے کے حوالے سے فوری طور پر عملی کام کا آغاز کیا جائے۔

بقیہ 17 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

آمدن سے زائد اثاثہ جات کیس، شہباز شریف کی درخواست ضمانت تیار

بقیہ 9 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

مریم نواز کو کارکن ساتھ لانے پر پابندی کیلئے نیب کی استدعا مسترد

بقیہ 12 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

اس وقت ملک کے 22 کروڑ عوام مشکلات کا شکار ہیں، سراج الحق

بقیہ 14 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

حکومت سریاب متاثرین کو فی فٹ 30 ہزار روپے معاوضہ دے، رحیم کاکڑ

حکومت موجودہ مارکیٹ ریٹ کے مطابق فی فٹ 30 ہزار روپے کا معاوضہ دیں بصورت دیگر وہ احتجاجی تحریک شروع کرنے پر مجبور ہوں گے

بقیہ 19 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

صارف کو پھٹے کپڑے دینے پر آن لائن شاپ پر 30 ہزار جرمانہ عائد

جرمانہ ادا نہ کرنے کی صورت میں مزید جرمانہ عائد کیا جاسکتا ہے، عدالت

بقیہ 10 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

(ن) لیگ نے سپریم کورٹ کے بلدیاتی ادارے بحال کرنے کے فیصلے کا خوش آئند قرار دیدیا

بقیہ 13 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

مریم نواز کی نیب میں پیشی، (ن) لیگ نے حکمت عملی بنالی

بقیہ 15 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

نواز شریف کی حب الوطنی پر انگلی نہیں اٹھائی جاسکتی، چیئرمین پبلک اکاؤنٹس کمیٹی

بقیہ 11 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

پاکستان اسلام کے مقدس نام پر حاصل کیا گیا تھا، حافظ حسین احمد

ریاست مدینہ کے آڑ میں دین اسلام اور پاکستان مخالف پالیسیاں ہرگز قبول نہیں ہے، رہنما جے یو آئی پاکستان

بقیہ 16 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

خضدار کی تحصیل وڈھ میں فائرنگ سے ایک شخص جاں بحق ہوگیا

بقیہ 20 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

لورالائی میں عوامی نیشنل پارٹی سرخند سے لیکر چوکھونک تک کیمپ جات، منظور کاکڑ

بقیہ 21 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

بی آر سی کالج اوتھل کو مزید فعال و مضبوط بنایا جائیگا، ہاشم غلزئی

انشاء اللہ اب بلوچستان ایک پڑھا لکھا صوبہ بن کر سامنے آئے گا ہم سب دن رات ایک کرکے ایجوکیشن کی بہتری کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں، سیکرٹری کالجز

صوبائی حکومت بلوچستان تعلیم کے فروغ کیلئے جامعہ منصوبہ بندی کے تحت اقدامات اٹھا رہی ہے اور پورے بلوچستان میں تعلیمی سرگرمیوں پر تیزی سے کام جاری ہے

بقیہ 22 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

ڈپٹی کمشنر پشین قائم لاشاری یوم پاکستان کی مناسبت سے نجی سکول میں منعقدہ پروقار تقریب کی انعقاد پر پرنسپل کو سوئنیر دے رہے ہیں

اوتھل، سیکرٹری ہائیر ایجوکیشن ہاشم غلزئی بی آر سی کالج اوتھل میں ایڈمن اور اکیڈمک بلاک کا افتتاح کر رہے ہیں

جامعہ بلوچستان کا مالی بحران کا شکار ہونا بہت بڑا المیہ ہے، جے یو آئی

ملازمین اور اساتذہ کا احتجاج پر مجبور ہونا تعلیمی شعبے کی زبوں حالی کا بین ثبوت ہے پوری دنیا میں اساتذہ اور تعلیمی اداروں کی جو اہمیت ہے، مولانا عبدالرحمن رفیق

بقیہ 23 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

ہمارا منشور ہی عوام کی فلاح و بہبود ہے، طور اتمانخیل

بلوچستان عوامی پارٹی عوام کی خدمت کرنے پر فخر کرتی ہے

بقیہ 25 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

جہانگیر ترین، شہباز شریف کیخلاف مقدمات درج

بقیہ 35 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

چور چور کے نعرے لگانے والے ملک کو کہاں لے گئے، مریم اورنگزیب

اسٹیٹ بینک کو آئی ایم ایف میں گروی رکھوانے کی خلاف کھل کر جنگ کریں گے، ترجمان (ن) لیگ

بقیہ 34 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

علی امین گنڈاپور کی گلگت بلتستان کے علاقے طلتر میں پانچ افراد کے قتل کی شدید مذمت

واقعہ میں ملوث مجرم قانون کے شکنجے سے کسی صورت میں نہیں بچ پائیں گے، وفاقی وزیر

بقیہ 28 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

وادی نیلم، برفانی تودے تلے دبی 3 لاشیں نکال لی گئیں

بقیہ 24 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

شیر دل ٹیم نے خوبصورت فارمیشنز سے آسمان پر رنگ بکھیر دیئے

یوم پاکستان، مسلح افواج کی پریڈ میں لڑاکا طیاروں نے فضاء میں کرتب دکھا کر ناظرین کو محظوظ کردیا

بقیہ 29 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

ڈسکہ، میاں بیوی اور دو بچے قتل کردیئے گئے

بقیہ 27 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

عوام مہنگائی اور پرفریب نعروں سے تنگ آچکے ہیں، مفتاح اسماعیل

این اے 249 میں اپنا ووٹ مسلم لیگ (ن) کو دے کر کامیاب کریں گے، انجینئر سلمان خان

بقیہ 26 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

فریال تالپور سے ضلع بدین کی مختلف سیاسی شخصیات کی ملاقات، پیپلز پارٹی میں شمولیت کا اعلان

بقیہ 32 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

کورونا وائرس سے ایک دن میں مزید 63 افراد جاں بحق

بقیہ 33 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

چمن کے عوام صفر جگہ کی ہر موقع پر تعاون کریں، احمد خان اچکزئی

علاقے کی ترقی کا خواب ہو علاقے میں امن و امان کی صورتحال بہتر ہونے سے ترقی کے دروازے کھلتے جائیں گے، قبائلی رہنما

بقیہ 31 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

ہمیں سب پتہ ہے کہ ضلع مظفرآباد میں انتظامیہ کیوں غلامی کررہی ہے، اسلم بھوتانی

ساکران کے گوٹھوں کو بے دخلی کا نوٹس صنعتی ترقی کی آڑ میں سیاسی انتقام کا نشانہ بنایا جارہا ہے، رکن قومی اسمبلی

بقیہ 30 صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

بقیہ 1

مترادف ہے جس کی ہم شدید مذمت کرتے ہیں اور اس احتجاج میں ہم ان کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں انہوں نے کہا کہ پاکستان پیپلز پارٹی غریبوں کی پارٹی ہے حکومت نے اگر غریب دکانداروں کے ساتھ انصاف نہ کیا تو یہ مسئلہ احتجاج سے آگے نکل جائے گا جس کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر ہوگی انہوں نے کہا کہ کسی کے گھر کے چھولے کو بجھا کر اچھے نتائج کی توقع رکھنا حکومت کی خام خیالی کے سوا کچھ نہیں انہوں نے کہا کہ ہم توقع رکھتے ہیں کہ حکومت سیاسی واخلاقی تدبیر کا مظاہرہ کرتے ہوئے دکانداروں کو تاوان معاوضہ دے گی کہ وہ مطمئن ہو جائیں انہوں نے کہا کہ اگر حکومتی ارکان نے مسئلہ کے حل کے بجائے سیاست کی تو ہوسکتا ہے کہ یہ احتجاج حکومت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہو۔

بقیہ 2

علاج مرض ہے اور صوبائی ٹی بی کنٹرول پروگرام سال 2020 میں وزیر اعلیٰ بلوچستان میر جام کمال صاحب اور سیکرٹری صحت نورالحق بلوچ کی ہدایات کی روشنی میں ایک نئے عزم کیساتھ ٹی بی کے خاتمے کیلئے جدوجہد کررہے ہیں مذکورہ پریس کانفرنس اس مہم کی ایک کڑی ہے اور اس سلسلے میں مختلف پروگرام برائے آگاہی ٹی بی پہلے بھی یعنی وقتاً فوقتاً منعقد کئے گئے ہیں اور عوام سے اپیل کی گئی ہے کہ ڈسٹرکٹ فیلڈ سپروائزر (مریسکور) سے ٹی بی سے متعلق تعاون کریں جو کہ گھر گھر ٹی بی کے مہلک مرض کے متعلق لوگوں کو شعور آگاہی دے رہا ہے ٹی بی کا یہ پروگرام مریسکور کی جانب سے مفت ادویات خاص طور پر ٹی بی کے مریضوں کو ماہانہ بنیادوں پر مفت فراہم کی جارہی ہے اور ان ادویات کو بلا ناغہ استعمال کیا جانا چاہیے ناغے کی صورت میں ٹی بی کی مہلک مرض ختم نہیں ہوگی ٹی بی کی ایک لاکھ مریض سالانہ 263 مریضوں کو جنم دیتا ہے جو کہ مستقبل میں اس کی تعداد میں حد انتہا اضافہ ہوسکتا ہے لہٰذا اس کی روک تھام ہر صورت میں ضروری ہے ٹی بی کے مرض کو ختم کرنے کیلئے بلوچستان میں مختلف ادارے کام کررہے ہیں مثلاً مریسکور، ایس پی او اور انڈس نیٹورک سر فہرست ہیں اور اس کے علاوہ ڈسٹرکٹ لورالائی میں آٹھ پرائیویٹ ڈاکٹرز اس کی نشاندہی کیلئے کام کررہے ہیں اور مرض کے تشخیص کے بعد اس کو ایم ڈی آر سینٹر منتقل کیا جاتا ہے اور اس کیساتھ ایک جدید لیبارٹری کی سہولت مفت دی گئی ہے انہوں نے کہا کہ ہر سال 24 مارچ کو ٹی بی کے خاتمے کا عالمی دن مناتے ہیں اسی طرح اس سال بھی ٹی بی کے خاتمے کے لئے پروگرام منعقد کی گئی ٹی بی کے حوالے سے لورالائی میں واک، سیمینار منعقد کیا گیا جو کہ یہ ایک اہم قدم ہے اسی طرح وزیر اعلیٰ بلوچستان میر جام کمال خان اور سیکرٹری صحت نورالحق بلوچ کی ہدایت کی روشنی میں محکمہ صحت بلوچستان کے تمام پروگرامز میں کرونا وائرس سے بچاؤ روک تھام اور حفاظتی تدابیر اپنانے کے مہم کو اپنی سرگرمیوں میں شامل کرچکے ہیں تاکہ عوام کو کرونا سے متعلق آگاہی دی جاسکے اس سلسلے میں صوبائی ٹی بی کنٹرول پروگرام میں بھی ٹی بی سے بچاؤ مہم کیساتھ کرونا وائرس سے بچاؤ کو بھی شامل کیا اور ہم بڑے فعال انداز میں اپنی سرگرمیوں میں لوگوں کو کرونا وائرس اور ٹی بی سے متعلق بتارہے ہیں کیونکہ ہم سب نے مل کر اس موذی مرض سے مثلاً ٹی بی اور کرونا وائرس سے اپنے صوبے اور ملک کو محفوظ رکھ سکے اب وقت آگیا ہے کہ ٹی بی کے مرض کا تشخیص اور علاج کریں کہ ٹی بی کا خاتمہ ہو یہاں پر ایک بار پھر واضح کردیتے ہیں کہ ٹی بی ایک مہلک بیماری ہے مگر ٹی بی سو فیصد قابل علاج ہے اس مقصد کیلئے ٹی بی سے متاثرہ شخص کو اپنے بلغم کا معائنہ کرنا ضروری ہے اور پھر ڈاکٹر کی ہدایت کی روشنی میں چھ مہینے تک بلا ناغہ ٹی بی کی ادویات پابندی سے استعمال کرنا ہوگا جو کہ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال لورالائی سے متاثرین کو مفت فراہم کردی جاتی ہے ٹی بی کے علاج کے دوران دوا کے استعمال میں کسی قسم کی کوتاہی کی گنجائش نہیں ہے کوتاہی کی صورت میں ٹی بی کا مرض پیچیدہ اور علاج طویل ترین ہوجاتا ہے لوگوں سے اپیل ہے کہ ٹی بی کے عملے کیساتھ تعاون کریں اور اس موذی مرض کو شکست دیں۔

بقیہ 3

تبادلے کی پالیسی، بھرتیوں کی پالیسی، اساتذہ کی تربیت سمیت کئی ایسے اقدامات شروع کردیئے گئے ہیں، جس کے مثبت نتائج سامنے آئیں گے۔ آئی بی اے پاس ہیڈ ماسٹرز کا معاملہ ہائی کورٹ میں ہے اور جب تک اس کا کوئی فیصلہ نہیں آجاتا ہم ان کو مستقل نہیں کرسکتے۔ سندھ ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے تحت اس وقت پونے پانچ لاکھ بچے صوبے بھر میں تعلیم حاصل کررہے ہیں اور انشاء اللہ اس سال ان کی تعداد ساڑھے سات لاکھ تک پہنچ جائے گی۔ سرکاری اسکولوں کے نتائج بھی اس سال بہت بہتر آئے ہیں اور کراچی سے 21 طلبہ وطالبات میں اے ون اور اے گریڈ میں کامیابی حاصل کی ہے۔ او پی ایس اور ایڈیشنل چارج دینے کے حوالے سے جب عدالتی فیصلہ آئے گا تو ضرور اس پر عمل درآمد کریں گے اور اگر ہمیں اس میں مشکلات آئی تو ہم عدالت سے بھی رجوع کریں گے۔ کتے کے کاٹنے پر ارکان اسمبلی کو معطل کرنے کا جیسے عدالتی فیصلے نہ آئیں تو بہتر ہے کیونکہ اس سے پاکستان کا دنیا بھر میں تماشہ بنتا ہے۔ کتے صرف کراچی یا سندھ میں نہیں ہیں پورے ملک میں ہیں اور وہ کاٹتے بھی ہیں۔

بقیہ 4

یوسف موسیانی نائب صدر امان اللہ زہری، ڈپٹی جنرل سیکرٹری منظور احمد مینگل، جوائنٹ سیکرٹری آغا ناصر علی شاہ، سرپرست اعلیٰ عبدالطیف بلوچ، پریس سیکرٹری اعجاز احمد زہری، آرگنائزر نذیر احمد زہری، آفس سیکرٹری علی اکبر مینگل، سینئر چیف آرگنائزر نعمت اللہ محمد حسنی، میڈیا کوآرڈینیٹر محمد رحیم جاڑوزئی اور علی بخش نقشبندی و دیگر نے شرکت کی۔ اجلاس میں 29 مارچ کو بلوچستان ایمپلائز اینڈ ورکرز گرینڈ الائنس کی جانب سے کوئٹہ میں ہونے والے احتجاجی دھرنا دینے کی حمایت اور اس میں بھرپور انداز میں شرکت کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس موقع پر شعبہ حادثات لیبر روم کے علاوہ دیگر تمام اداروں سے مکمل بائیکاٹ کیا جائے گا ضلع کے تمام تحصیلوں میں کمیٹی تشکیل دی گئی جو کہ صوبائی قائدین کے احکامات کے مطابق پورے ضلع سے ممبران کی کو آگاہ کرکے کثیر تعداد میں دھرنے میں شرکت کریں گے۔ اس موقع پر پیرامیڈیکل اسٹاف ایسوسی ایشن بلوچستان کے سینئر نائب صدر مزدور اتحاد خضدار کے چیئرمین محمد اسماعیل زہری نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آل ملازمین گرینڈ الائنس بلوچستان 29 مارچ سے تمام سرکاری دفاتر بند کرنے اور وزیر اعلیٰ ہاؤس کے سامنے احتجاج کرنے و دھرنا دینے کے لئے تیاریاں مکمل کرچکا ہے، ملازمین کے حقوق اور ان کے جائز مطالبات کے لئے بھرپور انداز میں تحریک کا حصہ بنیں گے اور حکومت کو مجبور کریں گے کہ وہ ملازمین کے مطالبات حل کرے۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں بے تحاشا مہنگائی اشیاء صرف کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگی ہیں جب کہ ملازمین کی تنخواہیں نہیں بڑھ رہی ہیں، اب نوبت اس حد تک پہنچی ہے کہ نہ ملازمین اپنے بچوں کی صحیح معنوں میں کفالت کرسکتے ہیں اور نہ ہی ان کے بچے صحیح معنوں میں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں اس مہنگائی نے ملازمین کو نان شبینہ کا محتاج بنا دیا ہے، حکومت ملازمین کو مسلسل لولی پاپ دے رہا ہے اور مسلسل ہمارے ساتھ دروغ گوئی سے کام لیکر ملازمین کے جذبات سے کھیل رہی ہے۔ اس طرح حکومتی مشینری نہیں چل سکتی ہے، 29 مارچ کو احتجاج کرنے کے ساتھ ساتھ کلرک قلم چھوڑ اور ہر شعبہ اپنے کام سے دستبردار ہونے کا اعلان کرے گا اس وقت تک جب تک ملازمین کے مسائل حل نہیں ہوتے ہیں اور ان کی تنخواہیں مہنگائی کے تناسب سے نہیں بڑھائے جاتے ہیں۔ مزدور اتحاد خضدار کے چیئرمین محمد اسماعیل زہری کا کہنا تھا کہ اس وقت ملک میں چاہیے جس ادارہ محکمہ پر نظریں دوڑائی جائیں تو وہاں ملازمین ہی کام کرتے ہیں اور حکومتی مشینری کو چلارہے ہیں تاہم اس کے باوجود حکومت ان ملازمین پر دست شفقت رکھنے کی بجائے مسلسل انہیں پریشان اور ذہنی اذیت میں مبتلا کررہا ہے جو کہ ناانصافی اور ظلم کے مترادف ہے اس تمام تر صورتحال کو دیکھتے ہوئے ملازمین نے فیصلہ کیا ہے کہ آل ملازمین گرینڈ الائنس کے پلیٹ فارم پر 29 مارچ سے قلم اور کام چھوڑ احتجاج کے علاوہ وزیر اعلیٰ ہاؤس کے سامنے دھرنا دیکر بیٹھ جائیں گے اور اس وقت تک احتجاج سے دستبردار نہیں ہونگے جب تک ملازمین کے مسائل حل نہیں ہوتے ہیں۔

بقیہ 5

رسالدار حاجی غلام دستگیر، رسالدار سعید احمد ابجباڑی ویلویز فورس کے ہمراہ مختلف شاہراہوں پر ناکہ لگا کر کالے شیشے والی گاڑیوں کے خلاف کریک ڈاؤن کرتے ہوئے گاڑیوں سے کالے شیشے اتار دیئے اور ریسنگ کرنے والوں کی موٹر سائیکل قبضے میں لیے۔ انہوں نے کہا کہ والدین سے درخواست ہے کہ بچوں کو سمجھائیں اور انکو سختی سے پابند کریں کہ ریسنگ ایک بری عادت ہے اس سے والدین بھی پریشان ہونگے اور عوام کو بھی تکلیف ہوگی، لہذا والدین اپنے بچوں پر سختی کریں کسی کو اجازت نہیں ہے کہ ریسنگ کریں اور کالے شیشے لگائیں عمل نہ کرنے والوں کے خلاف سختی سے کاروائی عمل میں لائی جائیگی بعد ازاں بازار کا وزٹ کرکے ایس او پیز اور سرکاری نرخنامہ کے خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف کاروائی کی اور اس دوران زائد المیعاد اشیاء قبضے میں لیکر انکو تلف کردیئے۔ مزید بھی بازار کا وزٹ ہوگا تمام دکاندار عمل پھیرا رہے عوام الناس کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں ملنا چاہیے اگر جس دکاندار کے خلاف شکایت آئی اسکے خلاف قانون کے مطابق کاروائی ہوگی۔

بقیہ 6

قیام عمل میں لایا گیا۔ اتفاق رائے اور باہمی صلح و مشورے سے جمال زئی یونٹ 1 کے سیکرٹری شبیر جمال زئی، ڈپٹی یونٹ سیکرٹری سرفراز جمال زئی، کونسلر صدام حسین جمال زئی جبکہ جمال زئی یونٹ 2 کے سیکرٹری ناصر جمالزئی، ڈپٹی یونٹ سیکرٹری فیصل جمال زئی، اور کونسلر شازیب جمال زئی منتخب ہوگئے۔ یونٹس ممبران میں سعداللہ جمال زئی، شاہ سلیم جمال زئی، سراج جمال زئی، جہانگیر جمال زئی، اللہ داد جمالزئی، احمد یار جمال زئی، ندیم جمال زئی، اللہ داد جمال زئی، نصرت اللہ جمال زئی، محمد زمان جمال زئی، حضور بخش جمال زئی، سید محمد، سرور جمال زئی، فتح خان جمالزئی، نصیر جمال زئی، نادر خان جمال زئی شامل ہیں۔ اس موقع پر تحصیل کابینہ سے سرفراز محمد زئی، واحد بخش جمالزئی، فرزاد مشوانی، عاطف ابجباڑی، محمد امین ابا بکی اور جمالزئی قبیلے کے سفید ریش سید محمد جمالزئی اور اللہ بخش جمالزئی موجود تھیں۔ اجلاس سے تحصیل صدر سید تاجل شاہ، جنرل سیکرٹری بلال شہزاد برہانزئی اور سردار عبدالحکیم جمال زئی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بی این پی نوکنڈی میں منظم پارٹی بن چکی ہے۔ پارٹی کے ورکرز میر اعجاز خان سنجرانی کی قیادت میں متحد و منظم ہے۔ پارٹی کیورکرز کو چاہیے کہ پارٹی کے سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور عوامی خدمت میں کوئی کسر نہ چھوڑیں۔ انہوں نے کہا کہ نوجوان طبقہ میر اعجاز خان سنجرانی اور پارٹی کے کارکردگی سے متاثر ہوکر جوق درجوق شامل ہورہے ہیں جو خوش آئند بات ہے۔

بقیہ 7

مشینریوں کی شہر تک منتقلی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے لیکن اس کے باوجود جس قدر جلدی ہو سکا مشینریوں کو مرمت کرکے بوگنگ واٹر سپلائی اسکیم تک پہنچا دیا گیا ہے بھروسہ رکھے انشاء اللہ نوکنڈی میں پانی کے مسئلے کا مستقل حل ڈھونڈ کر کے عوام کی مشکلات میں کمی لائی جائیگی ان خیالات کا اظہار انہوں نے نوکنڈی بی اینڈ آر ریسٹ ہاؤس میں قبائلی سیاسی و سماجی رہنماؤں سے ایک میٹنگ کرتے ہوئے کیا اس موقع پر میر رحمٰن خان بلوچ، سردار اسحاق محمد زئی، حاجی عبدالباری محمد حسنی، مولابخش بلوچ، یوسف ساسولی، واحد بخش شیرزئی، محمد اقبال، حسن رند بلوچ، فدا محمد عالیزئی، محمد عالم محمد حسنی، محمد اسلم بلوچ، عبدالباری شیرزئی و دیگر نے ایکسین پی ایچ ای کو علاقے میں پانی سے متعلق مسائل سے آگاہ کیا گیا جہاں انہوں نے علاقائی نمائندوں کو یقین دلایا کہ پی ایچ ای نوکنڈی میں پانی کی فراہمی میں کوئی کوتاہی اور کمزوری کا مظاہرہ نہیں کریگی علاقے میں پانی کی فراہمی اولین ترجیح ہوگا انہوں نے کہا کہ نوکنڈی میں ڈیوٹی سے غیر حاضر پانچ ملازمین کی تنخواہ روک دی گئی ہے اور جو ملازم اپنی فرائض منصبی صحیح طریقے سے ادا نہیں کریگا اسکے خلاف محکمانہ کاروائی کی جائیگی انہوں نے کہا کہ شہر میں تمام پیچیز والوز کو تبدیل کرنے کیلئے نئے لگائے جائینگے انہوں نے کہا کہ گھٹ واٹر سپلائی اسکیم میں بھی فنی خرابی کو دور کردیا گیا اور کوہ سلطان لانڈی تک پانی کی سپلائی شروع ہوچکی ہے ماہ رمضان اور گرمیوں میں شہریوں کو پانی کی فراہمی میں کوئی کمزوری نہیں ہوگی بذات خود واٹر سپلائی اسکیم کا وقتاً فوقتاً معائنہ کرکے عوام کو سہولیات کی فراہمی میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے میٹنگ میں تحصیلدار میر ہاشم کرد، رسالدار نبی بخش بلوچ، سعید بلوچ نائب رسالدار حاجی غلام دستگیر بڑیچ کے علاوہ پی ایچ ای کے محبت خان، حاجی داؤد، شفیق الرحمٰن اور خلیل الرحمٰن بھی موجود تھے۔

بقیہ 8

لیے پتنگ سازی، پتنگ فروشی اور پتنگ رکھنے پر پابندی عائد کررکھی ہے لیکن سرگودھا پتنگ فروشی اور پتنگ بازی کے مظاہرے روز کا معمول ہیں گزشتہ روز تھانہ میانی پولیس نے قصبہ کے محلہ مفتیانوالہ میں چھاپہ مار کر پتنگ فروش نوجوان انس مبارک کو رنگے ہاتھوں گرفتار کرلیا اور ملزم کے قبضہ سے 10 کیمیکل ڈوریں اور 25 پتنگیں برآمد کرکے اسکے خلاف کائٹ فلائنگ ایکٹ کی دفعات کے تحت مقدمہ درج کرلیا جس میں مصروف تفتیش ہے۔

بقیہ 9

دریائے کنہار میں پاؤں سلپ ہونے پر انکی اہلیہ دریا میں گرگئیں۔ وزیر اعلیٰ سندھ مراد علی شاہ نے خلیل انڑ کی اہلیہ کی لاش ڈھونڈنے کیلئے وزیر اعلیٰ خیبر پختونخواہ محمود خان کو فون کیا۔ وزیر اعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ نے وزیر اعلیٰ خیبر پختونخواہ محمود خان کو بتایا کہ خلیل انڑ کا تعلق سندھ کے ضلع سانگھڑ سے ہے اور خلیل انڑ اپنی اہلیہ کی لاش ڈھونڈنے کیلئے 5 دنوں سے بالاکوٹ میں پریشان ہے۔ وزیر اعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ نے وزیر اعلیٰ خیبر پختونخواہ محمود خان کو خاتون کی لاش ڈھونڈنے میں مدد کی درخواست کی۔ وزیراعلیٰ خیبر پختونخوا نے سندھ کے ہم منصب کو اپنی حکومت کی طرف سے بھرپور مدد کی یقین دہانی کرائی۔

بقیہ 10

[illegible]

بقیہ 11

[illegible]

بقیہ 12

[illegible]

بقیہ 13

[illegible]

بقیہ 14

[illegible]

بقیہ 15

[illegible]

بقیہ 16

[illegible]

بقیہ 17

[illegible]

بقیہ 18

[illegible]

بقیہ 19

[illegible]

بقیہ 20

[illegible]

بقیہ 21

[illegible]

بقیہ 22

[illegible]

بقیہ 23

[illegible]

بقیہ 24

[illegible]

بقیہ 25

[illegible]

بقیہ 26

[illegible]

بقیہ 27

[illegible]

سے ہی اس عالمی وباء سے بچا جاسکتا ہے ہم نے خود بھی احتیاط کرنا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرنا ہوگی ہم نے عہد کرنا ہے کہ اس ملک کو قیامت تک قائم و دائم رکھنا ہے۔ آخر میں ڈپٹی کمشنر نے پرنسپل تعلیم فاؤنڈیشن گرائمر سکول کو پروقار تقریب کے انعقاد پر داد دیتے ہوئے خصوصی سوئنر بھی پیش کیا جبکہ ٹیبلو پیش کرنیوالی طالبہ بی بی فاطمہ کو کیش پرائز بھی دیا۔

بقیہ 28

علی شاہ نے اپنے بیان میں کہا کہ میٹنگ ہونا ایک معمول ہے، فکر تب ہو جب میٹنگ نہ ہو، ایک سال جب یہ میٹنگ نہیں ہوئی وہ فکر مند تھا، انڈیا نے ہمیں کوویڈ کے ٹف ٹائم میں مدعو کیا، یہی مثبت پیش رفت ہے۔ مہر علی شاہ نے کہا کہ ہمیں سندھ طاس معاہدے کی رو سے چلنا ہوگا، ہم نے پاور ہاؤسز پر اعتراضات اٹھائے اور بھرپور موقف اپنایا، یہ ایک بڑی مثبت پیش رفت ہے۔ مہر علی شاہ نے کہا کہ ہم نے آئندہ مذاکرات کا دور بھی جلد کرانے پر زور دیا ہے، ہم نے ایجنڈہ پوائنٹس سب تفصیل سے ڈسکس کیے ہیں، انڈس واٹر ٹریٹی کے تحت 2018 کے بعد میٹنگ دوبارہ سے بحال ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ انڈین سائیڈ نے ہمارے موقف کو پوری توجہ سے سنا، پرامید ہیں کہ ہر سال اب یہ سلسلہ چلتا رہے گا، انڈس ٹریٹی کے تحت سال یکم اپریل شروع ہوتا ہے، یکم اپریل کے بعد انڈیا کو بھی میٹنگ کے لیے بلایا جائے گا، آخری میٹنگ میں ہم نے انڈیا کے پراجیکٹ پر ٹیکنیکل اعتراضات اٹھائے۔ انڈس واٹر کمشنر مہر علی شاہ نے کہا کہ بھارت کی جانب سے اعتراضات پر غور کرنے کی گارنٹی دی گئی ہے، سائٹ انسپکشن ہم نے انڈیا کو کروانی ہے، پاکستان کے دورے پر بھارت نے آمادگی ظاہر کی ہے۔ مہر علی شاہ نے کہا کہ مون سون میں فلڈ ڈیٹا سپلائی انڈین سائٹ نے ماضی میں بھی ہمیں مہیا کی ہے، یہ تاثر غلط ہے کہ انڈیا کے پن بجلی منصوبے مکمل ہورہے ہیں، لوئر کلنائی اور پکل ڈل مستقبل قریب میں مکمل نہیں ہورہے، یکم جولائی سے پہلے ایک میٹنگ ہو جائے گی، فلڈ ڈیٹا شیئر ہوجائے گا۔

بقیہ 29

آرہے ہیں تھے جہاں بدقسمتی سے گردگاپ کے علاقے میں ایک تیز رفتار کوچ کے ساتھ ٹریفک حادثہ ہوا جس میں حاجی عبدالمالک بڑیچ اور ان کے فیملی کے دیگر ممبران جاں بحق ہوئے۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ انتہائی دردناک اور افسوسناک ہے تمام بین الصوبائی بین الاقوامی شاہراہوں پر سالانہ جتنے واقعات رونماء ہوتے ہیں اور میں ہلاکتوں کی جو تعداد ہے وہ ایک سروے کے مطابق کرونا کی وباء سے ہلاکتوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہے۔ جتنی ہلاکتیں کرونا کی وباء سے ہوئی ہیں اتنی ہلاکتیں ہماری شاہراہوں پر ٹریفک حادثات میں سالانہ ہورہے ہیں اور عوام لقمہ اجل بن رہے ہیں۔ ایسے میں حکومت و متعلقہ ادارے، نیشنل ہائی وے اتھارٹی، پراونشل ٹرانسپورٹ اتھارٹی، ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی کی جانب سے نہ ہی کوئی اقدامات نظر آتے ہیں بلکہ حکومت کی جانب سے صرف افسوس کا بیان دیکر خود کو بری الذمہ قرار دیا جاتا ہے۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ پورے صوبے میں ایک بھی موٹر وے نہیں ہے، کسی بھی شاہراہ پر ٹریفک کے قوانین پر عملدرآمد کرانے والا کوئی بھی ادارہ یا اس کے اہلکار موجود نہیں ہے بلکہ وہ خود اس کی خلاف ورزیوں میں مصروف ہے اور ان کی جانب سے خاطر خواہ اقدامات نہ ہونے کے باعث آئے روز قیمتی جانیں ضائع ہورہی ہیں اور گھروں میں کہرام مچ رہا ہے جس کی ذمہ دار بھی حکومت اور اس کے متعلقہ ادارے ہیں۔ بیان میں وفاقی اور صوبائی حکومتوں سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ صوبے میں موٹر ویز بنانے، شاہراہوں کی چوڑائی بڑھانے، متعلقہ اداروں کی کارکردگی کو بہتری بنانے اور ٹریفک کے قوانین پر عملدرآمد کیلئے اقدامات کیئے جائیں اور ٹرانسپورٹروں، شہریوں سے بھی اپیل کی گئی ہے کہ وہ تیز رفتاری کو ترک کریں اور اپنی اور دوسروں کے خاندان کی زندگیوں کو داؤ پر لگانے سے گریز کریں۔

بقیہ 30

سیف اللہ ملازئی آفس سیکریٹری عبدالواحد ساسولی و دیگر نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں ایمپلائز ویلفیئر سوسائٹی بی یو ای ٹی خضدار کے صدر مہراللہ قمبرانی جنرل سیکریٹری نذیر احمد جنک و دیگر کابینہ کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ جامعہ کی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار نبھائیں گے اور ملازمین کے فلاح و بہبود حقوق کے لئے بھی جدوجہد جاری رکھیں گے مشترکہ مسائل کے لئے یکجہتی کے ساتھ کام کریں گے۔

بقیہ 31

کرکے فرار ہوگئے۔ واقع کی اطلاع ملنے پر سٹی پولیس حکام موقع پر پہنچ گئیا اور مزید تحقیقات شروع کردی پولیس زرائع کے مطابق واقع پرانی دشمنی کا شاخسانہ ہیں۔

بقیہ 32

گورنمنٹ بورڈ سندھ نے ایکشن لیتے ہوئے کراچی سمیت سندھ بھر کے 99 یوسی سیکرٹریز کو عہدوں سے ہٹادیا اور انکوائری مکمل ہونے تک سندھ لوکل گورنمنٹ بورڈ رپورٹ کرنے کی ہدایت کی ہے۔ کمیٹی سربراہ نے سندھ لوکل گورنمنٹ بورڈ سیکرٹری کو مراسلہ لکھا تھا، جس میں کہا گیا تھا کہ 99 یوسی سیکرٹریز نے دستاویزات جمع نہیں کرائیں، ان یوسی سیکرٹریز کو 13-2012 میں بھرتی کیا گیا تھا۔ مراسلے میں کہا گیا کہ اس عرصے میں ڈپارٹمنٹ نے بھرتیوں کا اعلان نہیں کیا تھا اور نہ اشتہار جاری ہوا تھا، یوسی سیکرٹریز کی بھرتیاں بوگس ہیں، بھرتیوں میں نادر خان، جاوید، عمران، جھامن داس و دیگر افسران ملوث ہیں۔ یاد رہے گذشتہ ماہ محکمہ بلدیات سندھ نے 60 سے زائد ملازمین کو نوکریوں سے ہٹانے کا حکم نامہ جاری کیا تھا، جن میں گریڈ ایک سے 18 تک کے افسران و ملازمین شامل تھے۔ ملازمت سے ہٹائے گئے ملازمین مختلف اضلاع کی یوسیز میں تعینات تھے اور ان کو مختلف الزامات کا سامنا تھا۔ حکم نامے میں کہا گیا تھا کہ مذکورہ افسران وملازمین محکمہ بلدیات کی جانچ پڑتال کے لیے بلانے پر حاضر نہیں ہوئے، جب تک ان افسران و ملازمین کی اہلیت ثابت نہیں ہوتی، یہ ملازمت سے فارغ رہیں گے۔ حکم نامے کے مطابق یہ ملازمین تقرری کی تحقیقات مکمل ہونے اور بھرتی درست ثابت ہونے تک فارغ رہیں گے۔

بقیہ 33

پکی تعمیرات گرائی جارہی ہیں، 26 کلومیٹر رقبے سے گجر نالے کا 9 کلومیٹر کا علاقہ کلیئر کرالیا گیا۔ اورنگی نالہ پر بھی تین مقامات پر آپریشن جاری ہے، آپریشن اسماعیل گوٹھ، وحید آباد اور چمن سینما کے علاقوں میں کیا جارہا ہے، 23 کلومیٹر رقبے سے اورنگی نالہ کا 7 کلومیٹر کا علاقہ کلیئر کرالیا گیا۔ سینئر ڈائریکٹر محکمہ انسداد تجاوزات بشیر صدیقی کے مطابق آپریشن میں لاجسٹک سپورٹ کو بڑھا دیا گیا، مزید مشینری اور افرادی قوت کو طلب کیا گیا ہے۔ آپریشن کے دوران اسسٹنٹ کمشنر، رینجرز، ڈسٹرکٹ پولیس، اینٹی انکروچمنٹ پولیس موجود ہے، کے الیکٹرک، سوئی گیس، واٹر بورڈ اور دیگر اداروں کی ٹیمیں بھی موجود ہیں۔ سینئر ڈائریکٹر بشیر صدیقی کے مطابق بہت جلد نالوں سے تجاوزات ختم

کردی جائیں گی۔

بقیہ 34

سے احکامات جاری کردیئے گئے ہیں۔ ڈائریکٹر ایئر ٹرانسپورٹ نے نوٹیفکیشن جاری کردیا ہے جس میں ہدایت کی گئی ہے کہ پروازوں میں مسافروں کو پانی کی سروس معطل رہے گی۔ سی اے اے نے متعلقہ افسران کو ہدایت کی ہے کہ مسافروں کیلئے سیٹوں پر ہی پانی کی بوتلیں مہیا کی جائیں، مسافروں کے جہاز میں سوار ہونے سے قبل ہی سیٹوں پر پانی رکھا جائے۔

بقیہ 35

سرکاری سکولوں کیچالیس یتیم ونادار طلبہ میں تعلیمی ریلیف پیکج جس میں کپڑے، سکول بیگ اور سٹیشنری شامل تھے کی تقسیم ہوئی اور اسی طرح بنوں میں تنظیم اساتذہ صوبہ خیبر پختون خواہ کے نائب صدر واصل جان کے زیر نگرانی سرکاری سکولوں کے تیس یتیم ونادار بچوں میں بھی یہی تعلیمی ریلیف پیکج کے تقسیم کا انعقاد کیا گیا۔ کل ملا کے ستر طلبہ کے اس تعلیمی ریلیف پیکج پر تقریباً کل نو ہزار روپے خرچ آیا ہے۔ تنظیم اساتذہ کے ذمہ داران نے ان تقاریب میں اپنے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ تنظیم اساتذہ نے ہمیشہ اللہ کے فضل سے بیسہارا اور یتیم بچوں کے مستقبل کو روشن بنانے کیلئے ہر قسم کا تعاون کیا اور آئندہ بھی اس عزم کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم یتیم اور نادار بچوں کا تعلیمی سفر میں قدم قدم پر ان شاء اللہ ساتھ دیں گے تاکہ تعلیم کے ساتھ ان کا لگاؤ برقرار رہے اور ان کے حوصلے بلند رہیں۔

بقیہ 36

تقریب میں موجود تھے۔ ایڈیشنل آئی جی کراچی غلام نبی میمن کی جانب سے مسجد کے افتتاح کے بعد خصوصی دعا کی گئی۔ ایس ایس پی ساؤتھ زبیر نذیر شیخ نے بتایا کہ ایس ایچ او کلفٹن پیر شبیر حیدر کی ذاتی دلچسپی سے خوبصورت مسجد فاطمہ کی تعمیر ممکن ہوئی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ کراچی میں تھانوں کی سطح پر اس طرح کی خوبصورت مسجد کی مثال موجود نہیں ہے۔

بقیہ 37

بن چکا ہے، عالمی برادری کشمیر میں جاری صورتحال کا نوٹس لیں، خطے میں امن و امان کیلئے کوشش کو ہماری کمزوری نہ سمجھا جائے، ہر جارحیت کا مقابلہ، قوم کی سلامتی اور وطن کے دفاع کیلئے ہر دم تیار ہیں، پاک چین کے تعلقات ضرب مثل کی مانند ہیں، افغانستان میں امن کیلئے ہر تعاون اور حمایت کیلئے پیش پیش ہیں، مسلم ممالک اختلافات کو بھلا کر اتحاد بین المسلمین اور آرگنائزیشن آف اسلامک کنٹریز کو مضبوط بنائیں اور اسلام فوبیا کا مقابلہ کریں،، ہم بہت جلد کورونا وبا پر قابو پالیں گے۔ جمعرات کو یوم پاکستان پریڈ کے مہمان خصوصی صدر مملکت ڈاکٹر عارف علوی نے پوری قوم کو یوم پاکستان کی مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ یہ دن برصغیر کے مسلمانوں کیلئے الگ مذہبی، سیاسی اور ثقافتی آزادی کی تجدید نو کا دن ہے۔

بقیہ 38

انتظامی بورڈ کے اجلاس میں پاکستان کیلئے توسیعی فنڈ سہولت (ای ایف ایف) کے تحت دوسری سے لیکر پانچویں جائزہ کو مکمل کیا گیا، بورڈ نے پاکستان کو بجٹ معاونت کیلئے تقریباً دو ارب ڈالر میں سے فوری طور پر 50 کروڑ ڈالر کی اگلی قسط جاری کرنے کی منظوری دی۔ آئی ایم ایف نے 3 جولائی 2019 کو پاکستان کیلئے ای ایف ایف کی منظوری دی تھی۔ اس پروگرام کا مقصد اقتصادی اصلاحات، کووڈ 19 سے متاثرہ معیشت کی بحالی، انسانی زندگی اور روزگار کے بچاؤ میں معاونت فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ کلی معیشت کے استحکام اور قرضوں کی پائیداریت میں اضافہ کرنا ہے۔ بیان کے مطابق آئی ایم ایف پروگرام کے حوالہ سے پاکستان کی پیش رفت حوصلہ افزا ہے، کووڈ 19 کی عالمگیر وبا سے پیدا ہونے والی مشکلات اگرچہ بدستور موجود ہیں تاہم پاکستانی حکومت کی انسانی زندگیوں اور روزگار کے حوالہ سے پالیسیاں اہمیت کی حامل ہے۔ پاکستان کی حکومت نے سٹیٹ بینک کی خودمختاری، کارپوریٹ ٹیکسیشن، سرکاری کاروباری اداروں کے انتظام وانصرام میں بہتری لانے، اور بجلی سمیت معیشت کے مختلف شعبوں میں اصلاحات میں پیش رفت کی ہے۔

بقیہ 39

کے حوالہ سے جائزہ لیا۔ اس موقع پر انہوں نے مقامی لوگوں کو وفاقی وزیر کی جانب سے بجلی سکیم کی منظوری و فوری تکمیل کی یقین دہانی کرائی۔ تیمور خان نے اظہار خیال کرتے ہوئے بتایا کہ اس قبل بھی نسیم ٹان کو وفاقی وزیر عمر ایوب خان کی جانب سے سوئی گیس فراہم کی گئی۔ محمد سلیم، قاری طارق، عرفان ناصر، حاجی گل محمد اور فرقان احمد سمیت دیگر افراد نے اس موقع پر دعائے خیر کی اور بجلی سکیم کی منظوری پر عوامی قائد عمر ایوب خان کا شکریہ ادا کیا۔

بقیہ 40

ہے اور اسی طرح حکومت کی جانب سے خضدار میں خاموشی کے ساتھ ایک سے زائد تعلیمی اداروں کو ختم کیا جارہا ہے، جس کی کسی بھی طرح اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے گزشتہ روز بلوچستان اسمبلی میں خطاب کرتے ہوئے اپنے مطالبات پیش کیئے اور بلوچستان حکومت کی جانب سے خضدار کے ساتھ معاندانہ رویہ کو بھرپور انداز میں تنقید کا نشانہ بنایا۔ رکن بلوچستان اسمبلی میر یونس عزیز زہری کا اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے مذید کہنا تھا کہ خضدار میں قائم جھالاوان میڈیکل کالج تین سو بیڈ پر مشتمل ہے اور اس پر 255 ملین روپے خرچ ہوچکے ہیں جس کے لئے وسیع وعریض اراضی اس کے لئے مختص کردیا گیا ہے جس کی چار دیواری بھی تعمیر ہوچکی ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ایک سازش کے تحت میڈیکل کالج کو ضم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے عارضی طور پر اس کے کلاسز وومن پولی ٹیکنیکل کالج میں ہورہے ہیں اسی طرح کی سازش وومن پولی ٹیکنیکل کالج کے بارے میں بھی ہورہی ہے کہ اس کو بھی ختم کردیا جائے یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ کیونکر خضدار کو تعلیمی اداروں سے محروم رکھا جارہا ہے اور وہاں بچوں کے تعلیمی حقوق سلب کرنے کی کوشش کی جارہی ہے یہ بات سب پر عیاں ہونی چاہیئے کہ خضدار اس وقت اہمیت کا حامل ہے جو پورے بلوچستان کے لئے مرکزی شہر کی حیثیت اختیار کرچکا ہے تاہم حکومت اس ضلع اور اس کی نئی نسل کو تعلیمی اداروں سے محروم رکھنا چاہتی ہے دوسری جانب حکومت دعویٰ کررہی ہے کہ ہم صوبے میں ایجوکیشن میں بہتری اور ترقی لارہے ہیں لیکن اس کے برعکس صرف ڈسٹرکٹ خضدار میں 166 اسکولز بند ہیں اور بچے ناخواندگی کا شکار ہورہے ہیں حکومت اپنے ارادوں کو ترک کرے ورنہ جھالاوان کے عوام کی جانب سے انہیں بھرپور انداز میں سیاسی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑیگا۔

بقیہ 41

لینڈ سلائیڈنگ کے باعث شاہراہ پر موجود ملبہ ہٹانے کے بعد اسے بحال کردیا گیا۔ مقبوضہ وادی کشمیر کو بیرونی دنیا سے ملانے والی قریباً تین سو کلومیٹر لمبی سرینگر جموں شاہراہ شدید بارشوں کی وجہ سے رام بن کے مقام پر سخت لینڈ سلائیڈنگ کے باعث پیر کے روز بند ہوگئی تھی جس کی وجہ سے تین سو سے زائد گاڑیاں پھنس گئی تھیں۔

بقیہ 42

چیئرمین جوائنٹ چیفس آف اسٹاف کمیٹی جنرل ندیم رضا، وائس چیف آف ایئر اسٹاف ایئر مارشل سید نعمان علی، چیف آف دی نیول اسٹاف ایڈمرل محمد امجد خان نیازی تشریف لائے جبکہ صدر مملکت عارف علوی مہمان خصوصی تھے تاہم وزیر اعظم عمران خان کورونا میں مبتلا ہونے کے سبب پریڈ میں نہیں آسکے۔ اس کے علاوہ غیر ملکی سفیروں اور دیگر سول و اعلیٰ عسکری حکام بھی پریڈ میں شریک ہوئے۔

بقیہ 43

چیفس آف اسٹاف کمیٹی جنرل ندیم رضا، وائس چیف آف ایئر اسٹاف ایئر مارشل سید نعمان علی، چیف آف دی نیول اسٹاف ایڈمرل محمد امجد خان نیازی تشریف لائے جبکہ صدر مملکت عارف علوی مہمان خصوصی تھے۔ اسلام آباد کے شکر پڑیاں گراؤنڈ میں مسلح افواج کی پریڈ میں تمام صوبوں کی ثقافت جھلکتی رہی، چاروں صوبوں، گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر کے وفود بھی تقریب میں شریک تھے۔

بقیہ 44

ہدایت کی گئی ہے۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق خیبر پختونخوا حکومت نے 75 سے زائد العمر شہریوں کے بعد 60 برس سے زیادہ عمر کے افراد کو بھی کورونا ویکسی نیشن کرنے کا فیصلہ کیا ہے تاہم اس کے لئے 1166 رجسٹریشن کروانے کے باوجود کئی مسائل سامنے آرہے تھے، بعض معمر شہریوں کی رجسٹریشن تو ہوگئی تھی اور ان کے سینٹرز کی نشاندہی بھی بذریعہ میسج ان کو موصول ہوگئی تھی تاہم ان کا رجسٹریشن کوڈ نمبر جاری نہیں کیا گیا۔

بقیہ 45

گئی۔ اس موقع پر وزیر اعظم عمران خان نے کہا کہ کورونا کی تیسری لہر خطرناک ہے، ملک بھر میں ویکسینیشن کا عمل جاری ہے، کورونا ایس او پیز پر ہر صورت عملدرآمد کروایا جائے۔ وزیر اعظم عمران خان نے حکومتی ٹیم کو ہیلتھ کارڈ کے اجراء کے عمل کو تیز کرنے کی ہدایت بھی کی۔ مسلم لیگ (ن) کی نائب صدر مریم نواز کی احتساب عدالت پیشی کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے وزیر اعظم عمران خان نے کہا کہ مریم نواز کی پیشی کے موقع پر کسی کو بھی قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دیں گے۔ وزیر اعظم نے کہا کہ پاکستان عظیم فلاحی ریاست کی جانب کامیابی سے گامزن ہے، حکومتی ٹیم پوری توجہ احساس پروگرام کے ذریعے غریبوں کے احساس پر لگائے۔ رمضان کی آمد سے قبل ریلیف کی اقدامات مکمل کریں، رمضان پیکج مستحق افراد تک ہر صورت پہنچنا چاہیئے، ہیلتھ کارڈز کا اجراء بھی جلد یقینی بنایا جائے۔ وزیر اعظم کو ہاؤسنگ، ڈیمز، اور ادارہ جاتی اصلاحات پر بھی بریفنگ دی گئی، جس پر وزیر اعظم نے کہا کہ ملک کیلئے کام کرنا ہے، ذاتیات سے بالاتر ہو کر سوچیں۔ ذرائع کے مطابق وزیر اعظم سے ملاقات کرنے والوں میں وزیر اطلاعات شبلی فراز، زلفی بخاری، فیصل جاوید اور یوسف بیگ مرزا شامل تھے، جب کہ وزیر اعظم کے پرنسپل سیکرٹری اعظم خان بھی ملاقات میں موجود تھے۔ وزیر اعظم نے اہم حکومتی امور پر اجلاس کے شرکاء کو ہدایات دیں۔ خیال رہے کہ نیب نے مریم نواز کو 26 مارچ کو طلب کررکھا ہے اور مریم نواز کی عدالت پیشی کے موقع پر کسی بھی قسم کی بدمزگی سے بچنے کے لیے حکومت نے سکیورٹی کے انتہائی سخت انتظامات کرنے کا فیصلہ کیا ہے

بقیہ 46

ہے ایڈمنسٹریٹر و ڈپٹی کمشنر کورنگی شہریار گل نے بلدیہ کورنگی کے متعلقہ محکموں کو ہدایت کی ہے کہ شب برات سے قبل قبرستانوں میں صفائی وستھرائی اور روشنی کے انتظامات سمیت دیگر بلدیاتی انتظامات کو مکمل کیا جائے شب برات پر قبرستان اپنے پیاروں کے قبروں پر آنے والے زائرین کو ہر ممکن سہولت فراہمی کیا جائے بلدیہ کورنگی شاہ فیصل، بلیر ماڈل، کورنگی اور لانڈھی زونز میں شب برات کے حوالے سے قبرستانوں اور مساجد و امام بارگاہوں کے اطراف روشنی کے انتظامات کی بہتری کے لئے اسٹریٹ لائٹس کی درستگی کے ساتھ روشنی کے خصوصی انتظامات کئے جارہے ہیں، بلدیہ کورنگی کا کہنا ہے کہ شب برات سے قبل تمام تر انتظامات مکمل کر لیئے جائینگے۔

بقیہ 47

کا فروغ، دوطرفہ تجارت کے حجم میں اضافے کا موجب بن سکتا ہے۔ وزارتِ خارجہ میں پاکستان اور ہنگری کے مابین تجارتی و اقتصادی ونڈو کی افتتاحی تقریب کا انعقاد کیا گیا جس میں وزیر خارجہ مخدوم شاہ محمود قریشی اور ھنگری کے وزیر خارجہ پیٹر سجارتو نے (ویڈیو لنک کے ذریعے) بیک وقت ھنگری - پاکستان تجارتی و اقتصادی ونڈو اور پہلے ھنگری - پاکستان بزنس فورم میں مشترکہ طور پر شرکت کی۔ وزیر خارجہ نے پاکستان ھنگری تجارتی و اقتصادی ونڈو کی افتتاحی تقریب سے خطاب کیا وزیر خارجہ نے کہا کہ پاکستان، ھنگری کے ساتھ اپنے دو طرفہ تعلقات اور کثیر الجہتی شعبہ جات میں دوطرفہ تعاون کو خصوصی اہمیت دیتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں کرونا عالمی وبائی چیلنج کے باوجود اس پہلے پاکستان ھنگری تجارتی و اقتصادی ونڈو اور پہلے پاکستان۔ ھنگری بزنس فورم میں شرکت پر آپ سب کا شکر گزار ہوں، اس ونڈو کے کھلنے سے دونوں ممالک کے مابین تجارتی و اقتصادی تعاون کے فروغ میں اضافہ ہوگا وزیر خارجہ نے کہا کہ ہمیں خوشی ہے کہ ھنگری پاکستانی طلباء کو تعلیمی وظائف فراہم کررہی ہے جس پر ہم ھنگری قیادت کے شکر گزار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم پاکستان، ھنگری مشترکہ اقتصادی کمیشن کے دوسرے اجلاس کی میزبانی کے لئے تیار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وزیر اعظم عمران خان کے وژن کے مطابق ہم اپنی جغرافیائی سیاسی ترجیحات کو جغرافیائی معاشی ترجیحات میں بدل رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کاروبار میں سہولت کی عالمی درجہ بندی کے مطابق پاکستان کی رینکنگ میں 28 درجے بہتری آئی ہے جو ہماری مثبت اقتصادی پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ مخدوم شاہ محمود قریشی نے کہا کہ پاکستان اور ہنگری کے مابین توانائی، متبادل توانائی، انفارمیشن ٹیکنالوجی، فوڈ اور سیاحت کے شعبے میں دو طرفہ تعاون بڑھانے کے وسیع مواقع موجود ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دونوں ممالک کے مابین اعلیٰ سطحی روابط کا فروغ، دوطرفہ تجارت کے حجم میں اضافے کا موجب بن سکتا ہے۔

بقیہ 48

اچکزئی، صوبائی، سیکریٹری عبدالحیٔ، وائس چیئرمین عبدالباقی لہڑی، جوائنٹ سیکریٹری محمد یار علیزئی، فنانس سیکریٹری ملک محمد آصف اور سیکریٹری نشر و اشاعت سید آغا محمد سمیت زونل، ڈویژنل، سب ڈویژنل عہدیداران اور کارکنوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ چیف ایگزیکٹو آفیسر کیسکو انجینئر چوہدری محمد عارف نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ادارے کے انجینئرز، آفیسرز اور ہنرمند کارکن ادارے کی تعمیر و ترقی اور صارفین کی بہتر سے بہتر خدمت کو اپنا نصب العین سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت ادارے کو مختلف چیلنجز کا سامنا ہے۔

روزنامہ امروز کوئٹہ

روزنامہ امروز کوئٹہ بروز جمعہ 26 مارچ 2021ء

آن لائن گیم پب جی نے ایک ارب ڈاؤن لوڈز کا سنگِ میل عبور کرلیا

نیویارک (این این آئی) چینی ٹیک جائنٹ ٹینسنٹ نے کہا ہے کہ ان کے موبائل فون ایکشن گیم پب جی موبائل نے چین کے باہر مجموعی طور پر ایک ارب ڈاؤن لوڈز کے سنگِ میل عبور کرلیا جس کے بعد آن لائن گیم پب جی دنیا بھر کے کامیاب ترین گیمز میں شامل ہوگیا۔ برطانوی میڈیا رپورٹ کے مطابق پب جی موبائل، پلیئر ان نون کے بیٹل گراؤنڈز کا موبائل ورژن ہے، جس میں پلیئرز کا ایک گروہ، ایک دوسرے سے اس وقت تک لڑتا رہتا ہے جب تک صرف ایک کھلاڑی باقی نہیں رہ جاتا ہے، یہ آن لائن گیم اس وقت سے مقبول ہے جب اسے 3

بقیہ 1 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

اسد رجیم کی لبنان کو آکسیجن کی فراہمی کے بعد شام کے اسپتالوں میں قلت

دمشق کے اسپتالوں میں کرونا کے زیر علاج مریضوں میں انتہائی نگہداشت کے مریضوں کی تعداد 100 فی صد تک پہنچ چکی ہے، بشار الاسد آکسیجن لبنان اور کرونا متاثرین کو دمشق سے باہر منتقل کر رہے ہیں، غیر ملکی میڈیا

شام میں ایک طرف کرونا کی وبا نے تباہی پھیلا رکھی ہے اور دوسری طرف اسد رجیم نے اپنے عوام کو وبا سے بچانے کے بجائے لبنانی حزب اللہ پر نوازشات کرتے ہوئے اسپتالوں کو فراہم کیے جانے والے آکسیجن کی بڑی مقدار لبنان منتقل کرنا شروع کی ہے

دمشق (این این آئی) شام میں ایک طرف کرونا کی وبا نے تباہی پھیلا رکھی ہے اور دوسری طرف اسد رجیم نے اپنے عوام کو وبا سے بچانے کے بجائے لبنانی حزب اللہ پر نوازشات کرتے ہوئے اسپتالوں کو فراہم کیے جانے والے آکسیجن کی بڑی مقدار لبنان منتقل کرنا شروع کی ہے۔ چند روز قبل اسد رجیم کی طرف سے ملک میں کرونا وبا کے غیر معمولی پھیلاؤ کی وارننگ کے ساتھ ساتھ شہریوں کو سخت حفاظتی تدابیر اپنانے کی تاکید کی گئی تھی۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق اس اعلان کے چھ روز بعد اسد رجیم کی وزارت صحت نے بتایا کہ دمشق کے اسپتالوں میں کرونا کے زیر علاج مریضوں میں انتہائی نگہداشت کے مریضوں کی تعداد 100 فی صد تک پہنچ چکی ہے اور دارالحکومت کے اسپتالوں میں مزید مریضوں کو رکھنے کی گنجائش ختم ہو چکی ہے۔ دمشق میں مزید مریضوں کی گنجائش ختم ہونے کے بعد بڑی تعداد میں کرونا کے متاثرین کو شام کے دوسرے شہروں میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ دمشق سے باہر کرونا مریضوں کی منتقلی کی ایک بڑی وجہ

بقیہ 3 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

روڈ حادثات میں اموات کا تناسب صفر تک لانے کی کوشش کر رہے ہیں، سعودی عرب

سعودی عرب میں بچھے سڑکوں کے جال پر 4 لاکھ 47 ہزار کلومیٹر سڑکوں پر زمینی نشانات لگائے گئے

وزارت نے گزشتہ چند دھائیوں کے دوران مملکت میں 73 ہزار کلومیٹر سڑکیں تعمیر کی ہیں، وزارت ٹرانسپورٹ

ریاض (این این آئی) سعودی عرب کی وزارت ٹرانسپورٹ نے کہا ہے کہ سال 2020 کے دوران مملکت میں 2000 کلومیٹر سڑکوں پر ٹریفک حادثات سے بچاؤ کے اقدامات کیے گئے۔ حکومت مملکت میں سڑکوں کو عالمی معیار پر لانے اور انہیں ٹریفک حادثات کے حوالے سے زیادہ سے زیادہ محفوظ بنانے کے لیے کوشاں ہے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق وزارت ٹرانسپورٹ کی طرف سے جاری کردہ ایک بیان میں کہا گیا کہ مملکت میں سڑکوں پر ٹریفک حادثات کو کم کرنے کے لیے سڑکوں کی مرمت اور ان پر ٹریفک کو زیادہ سے زیادہ محفوظ

بقیہ 2 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

حوثی باغی یمن جنگ کو طول دینا چاہتے ہیں، یمنی سفیر

حوثی ملیشیا کی ہٹ دھرمی کے نتیجے میں یمن انسانی بحران کے دھانے پر کھڑا ہے، گفتگو

حوثی ملیشیا یمن میں جاری انسانی بحران سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں

پیرس (این این آئی) فرانس میں یمن کے سفیر نے کہا ہے کہ ایرانی حمایت یافتہ حوثی باغی یمن جنگ کو ممکنہ حد تک طول دینا چاہتے ہیں۔ فرانس میں یمن کے سفیر ڈاکٹر ریاض یاسین نے عرب ٹی وی سے بات کرتے ہوئے کہا کہ حوثی ملیشیا کی ہٹ دھرمی کے نتیجے میں یمن انسانی بحران کے دھانے پر کھڑا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ حوثی ملیشیا یمن میں جاری انسانی بحران سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر ریاض یاسین نے کہا کہ سعودی عرب نے یمن جنگ کے خاتمے کے اقدام کا اعلان کر کے گیند حوثیوں کے کورٹ میں پھینک

بقیہ 4 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

چیف سیکرٹری بلوچستان مطہر نیاز رانا ایس ایس جی سی ایل کی 36 ویں اجلاس میں بذریعہ ویڈیو لنک شریک ہیں

ایرانی سرحد کے قریب افغان صدر کا کمال خان ڈیم کا افتتاح

صدیوں سے ہلمند کا پانی افغانستان سے نکلتا ہے مگر آج افغانیوں نے اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے، افغان صدر کا خطاب

ایران ہمیں تیل مہیا کرے، ہم اسے بدلے میں پانی مہیا کریں گے، چار سال قبل 48 ملین ڈالر لاگت سے تیار ہونے والے ڈیم سے کسی پڑوسی ملک کے مفادات کو نقصان نہیں پہنچا ہے

کابل (این این آئی) ایران کی سرحد کے قریب ہلمند صوبے میں افغان صدر اشرف غنی نے کمال خان ڈیم کا افتتاح کر دیا۔ [illegible] ایران اور افغانستان کے [illegible] میڈیا رپورٹس کے مطابق [illegible] انہوں نے کہا کہ [illegible] 48 ملین ڈالر [illegible] پڑوسی ملک کے مفادات کو نقصان نہیں پہنچا۔ [illegible] افغانستان اور ایران کے درمیان [illegible]

بقیہ 5 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

اوتھل، سیکرٹری ہائیر ایجوکیشن محمد ہاشم غلزئی بی آر سی اوتھل کے احاطے میں پودا لگا رہے ہیں

سعودی ولی عہد سے چینی وزیر خارجہ کی ملاقات، دو طرفہ تعلقات کے فروغ پر تبادلہ خیال

چینی وزیر خارجہ نے ولی عہد کو صدر شی جن پنگ کی نیک خواہشات پر مبنی پیغام پہنچایا ہے، سعودی میڈیا

ریاض (این این آئی) سعودی ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان [illegible] چینی وزیر خارجہ [illegible] دو طرفہ تعلقات [illegible]

بقیہ 9 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

امریکا اور چین میں سے اتحادی کسی کا بھی انتخاب کر سکتے ہیں، اینٹونی بلنکن

برسلز (آن لائن) امریکا کے وزیر خارجہ اینٹونی بلنکن [illegible] غیر ملکی خبر رساں ادارے کے مطابق برسلز میں منصب [illegible]

بقیہ 7 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

افغان طالبان نے صدر اشرف غنی کی نئے انتخابات کی تجویز مسترد کر دی

ماضی میں اس طرح کے عملوں (انتخابات) سے ملک مختلف بحرانوں کے کنارے جا کھڑا ہوا ہے، ترجمان افغان طالبان

قبل از انتخابات کے ایک منصوبہ کیساتھ ترکی جائیں گے، یہ افغانستان کے مستقبل کے لیے ایک منصفانہ پلان ہے، حکومت

کابل (این این آئی) افغان طالبان نے صدر اشرف غنی کی اس سال کے آخر میں نئے انتخابات کرانے کی تجویز مسترد کر دی ہے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق صدر اشرف غنی نے قبل از وقت انتخابات کرانے سے متعلق اپنی تجویز کی تفصیل جاری نہیں کی البتہ افغان حکومت کے دو عہدے داروں کا کہنا تھا کہ وہ آئندہ ماہ ترکی میں افغان مسئلہ کے فریقوں کی کانفرنس کے موقع پر اپنے الیکشن منصوبہ کا اعلان کریں گے۔ اشرف غنی نے اپنی اس نئی تجویز کے ذریعے دراصل امریکا کے پہلے سے پیش کردہ مجوزہ منصوبے کو چیلنج کرنے کی کوشش

بقیہ 6 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

وزیراعلیٰ کے کوآرڈینیٹر میر رؤف رند، سینیٹر نصیب اللہ بازئی اور ملک خدا بخش لانگو سینیٹ چیئرمین میر صادق سنجرانی کی کامیابی کے برقرار رہنے کی خوشی میں مٹھائی کھلا رہے ہیں

بی جے پی کے وزیر کا بھارت میں برقعہ پر پابندی کا مطالبہ

برقعہ غیر انسانی اور شیطانی لباس ہے، بھارتی وزیر کا بیان

اتر پردیش (این این آئی) بھارتی ریاست اتر پردیش کے وزیر نے ملک میں برقعہ پر پابندی کا مطالبہ کیا ہے۔ بھارتی ریاست اتر پردیش کے وزیر پارلیمانی امور و دیہی ترقی آنند سواروپ شکلا نے برقعہ کو غیر انسانی اور شیطانی لباس قرار دیتے ہوئے کہا کہ بیشتر اسلامی ممالک برقعہ پر پابندی عائد کر چکے ہیں لہٰذا پورے ملک میں اس پر پابندی

بقیہ 10 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

بھارت، ایک دن میں 53 ہزار 476 نئے کورونا کیسز رپورٹ

نئی دہلی (آن لائن) بھارت میں گزشتہ 24 گھنٹوں کے دوران عالمی وبا کورونا وائرس کے 53 ہزار 476 نئے کیسز سامنے آئے ہیں۔ بھارتی میڈیا کے مطابق مہاراشٹر، گجرات، پنجاب سمیت 6 بھارتی ریاستوں میں ملک بھر کے 80 فیصد کیسز

بقیہ 8 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

بیت المقدس میں گاڑی کی ٹکر سے اسرائیلی فوجی زخمی

واقعے کے بعد فوج نے علاقے کو گھیرے میں لے کر سرچ آپریشن شروع کر دیا

مقبوضہ بیت المقدس (این این آئی) بیت المقدس میں العیزریہ کے مقام پر گاڑی کی ٹکر سے ایک اسرائیلی فوجی شدید زخمی ہو گیا جب کہ حملہ آور موقع سے بہ حفاظت فرار ہو گیا۔ غیر ملکی خبر رساں ادارے کے مطابق مقامی ذرائع نے بتایا کہ العیزریہ کے مقام پر ایک نامعلوم فلسطینی کار سوار نے اپنی کار کی ٹکر مار کر ایک اسرائیلی فوجی کو زخمی کر دیا۔ واقعے کے بعد فوج

بقیہ 11 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

افغانستان، سکیورٹی فورسز کے حملوں میں بارہ طالبان ہلاک، پانچ زخمی

کابل (آن لائن) افغانستان میں سکیورٹی فورسز کے حملوں میں بارہ طالبان ہلاک جبکہ پانچ زخمی ہو گئے۔ غیر ملکی خبر رساں ادارے کے مطابق افغان وزارت دفاع کی جانب سے جاری ہونے والے بیان میں کہا گیا ہے۔ افغان سکیورٹی فورسز نے

بقیہ 13 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

سعودی عرب میں پابند سلاسل حماس کے بزرگ رہنما کی حالت تشویشناک

تیس سال سے جماعت کے سرکردہ رہنما ڈاکٹر محمد الخضری کو بنیادی انسانی حقوق اور طبی سہولیات سے محروم رکھا گیا ہے، حماس

غزہ (این این آئی) اسلامی تحریک مزاحمت حماس نے کہا ہے کہ سعودی عرب میں اپریل 2019 سے پابند سلاسل جماعت کے دیرینہ رہنما ڈاکٹر محمد الخضری کی حالت تشویشناک ہے اور کسی بھی وقت ان کی زندگی ختم ہو سکتی ہے۔ غیر ملکی خبر رساں ادارے کے مطابق حماس کے ترجمان حازم قاسم نے ایک بیان میں کہا کہ سعودی عرب میں تیس سال

بقیہ 12 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

میرکل نے حزب اختلاف کی طرف سے 'اعتماد کا ووٹ' حاصل کرنے کا مطالبہ مسترد کر دیا

برلن (آن لائن) جرمن چانسلر انگیلا میرکل نے پارلیمان میں حزب اختلاف کی طرف سے کیے

بقیہ 14 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

نصیر آباد، ڈپٹی کمشنر اظہر شہزاد ضلعی آفیسران کے منعقدہ اجلاس سے خطاب کر رہے ہیں

اسرائیلی فوج نے بیت المقدس میں فلسطینی مکان مسمار کر ڈالا

مکان مسماری کی کارروائی کے دوران فلسطینیوں کی بڑی تعداد جمع ہو گئی، اسرائیل مخالف نعرے

مقبوضہ بیت المقدس (این این آئی) قابض اسرائیلی حکام نے شمالی بیت المقدس میں شعفاط پناہ گزین کیمپ کی راس خمیس کالونی میں ایک فلسطینی مکان مسمار کر ڈالا۔ غیر ملکی خبر رساں ادارے کے مطابق مقامی فلسطینی ذرائع نے بتایا کہ اسرائیلی فوج کی بھاری نفری نے شعفاط پناہ گزین کیمپ کا محاصرہ کیا اور اس کے بعد کیمپ میں داخل ہو کر دو منزلہ

بقیہ 15 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

اقوام متحدہ کے تفتیش کار کو قتل کی دھمکی نہیں دی، سعودی عہدیدار

ریاض (آن لائن) سعودی عرب کے سینئر عہدیدار نے اقوام متحدہ کے تفتیش کار اگنیس کیلامارڈ کو 2018 میں قتل ہونے والے صحافی جمال خاشقجی سے تفتیش پر قتل کی دھمکی دینے کا دعویٰ مسترد کر دیا۔ فرانسیسی خبر ایجنسی کے مطابق برطانوی

بقیہ 16 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

بحرین میں شاپنگ مال کورونا ویکسین سینٹر میں تبدیل

منامہ (آن لائن) بحرین میں عالمی وبا کورونا وائرس کی وجہ سے بڑے پیمانے پر خالی ہونے والے ویکسی نیشن سینٹر میں تبدیل کر دیا گیا ہے تاکہ عوام کو وبا سے بچاؤ کی ویکسین لگائی جا سکے۔ برطانوی خبر رساں ادارے کی رپورٹ کے مطابق ستارہ مال، سرکاری دفاتر تک رسائی کے لیے لوگوں کو اپنی جانب راغب کرتا تھا لیکن عالمی وبا کی وجہ سے وہ

بقیہ 17 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

مملکت کیخلاف دہشتگرد کارروائیوں کا نشانہ عالمی معیشت ہے، سعودی عرب

عالمی برادری ان حملوں کو سپورٹ کرنے والے تمام فریقوں پر روک لگائے، سعودی کابینہ کا مطالبہ

ریاض (این این آئی) سعودی کابینہ نے ایک بار پھر باور کرایا ہے کہ سعودی عرب میں اہم تنصیبات اور شہری مقامات کے خلاف بار بار ہونے والی دہشت گرد اور تخریبی کارروائیاں صرف مملکت کو نہیں بلکہ توانائی کی عالمی ترسیل اور بین الاقوامی معیشت کو نشانہ بنا رہی ہیں۔ یہ بین الاقوامی قوانین اور عرف کی خلاف ورزی ہے۔ کابینہ نے عالمی برادری اور

بقیہ 18 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

امارات کے سمندر میں ڈوبنے والے پیراک کی لاش تین روز بعد مل گئی

ام القیوین میں ایک شخص کے ڈوبنے کے بعد یو اے ای میں پیراکوں کو احتیاط کی ہدایت جاری کر دی گئیں

ابوظہبی (این این آئی) متحدہ عرب امارات میں حکام نے پیراکوں کو خبردار کیا ہے کہ وہ سمندر میں احتیاطی تدابیر اختیار کریں۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق انہوں نے یہ انتباہ امارات ام القیوین میں ایک نوجوان کی ڈوبنے سے موت کے بعد جاری کیا ہے۔ اس نوجوان کی تین روز کے بعد نعش ملی ہے۔ ام القیوین کے پولیس سربراہ شیخ راشد بن احمد

بقیہ 19 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

نائیجیریا نے بھی کورونا ویکسین تیار کر لی

مقامی طور پر تیار کردہ کورونا ویکسینز کے کلینیکل تجربات جاری ہیں، سیکرٹری نائیجیرین حکومت

ابوجا (این این آئی) افریقی ملک نائیجیریا نے بھی کورونا کی 2 ویکسینز تیار کر لیں۔ غیر ملکی خبر رساں ایجنسی کے مطابق نائیجیریا حکومت کے سیکرٹری بوس مصطفیٰ نے دعویٰ کیا کہ ملکی سائنسدانوں نے کورونا وائرس کے خلاف بڑی کامیابی حاصل کرتے ہوئے مقامی ویکسینز تیار کر لی ہیں۔ بوس مصطفیٰ نے بتایا کہ مقامی طور پر تیار کردہ کورونا ویکسینز کے کلینیکل

بقیہ 20 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

صوبائی وزیر تعلیم سردار یار محمد رند پاکستان تحریک انصاف کے ریجن اور اضلاع کے اجلاس کی صدارت کر رہے ہیں

سعودی عرب میں املج کے ساحل پر پھنسی 40 ڈولفنز کو بچا لیا گیا

ڈولفنز کو محفوظ علاقے میں منتقل کر کے گہرے سمندر کے حوالے کر دیا گیا

ریاض (این این آئی) سعودی عرب میں املج کے ساحل پر پھنسنے والی 40 ڈولفنز کو بچا لیا گیا، ڈولفنز تمر کے درختوں میں پھنس گئی تھیں۔ سعودی

بقیہ 21 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

کویت دو لاکھ سے زیادہ تارکین وطن ایک سال میں اقامے سے محروم

کوئی تارک وطن چھے ماہ تک بیرون ملک رہے گا تو اس کا اقامتی ویزا از خود ہی منسوخ متصور ہوگا، حکومت

اس فیصلے سے کویت میں کام کرنے والے تارکین وطن یا مکینوں کو یہ یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ اگر وہ کرونا وائرس کی وبا کی وجہ سے بیرون ملک مقیم ہیں تو ان کا ویزا کارآمد اور محفوظ ہے

کویت سٹی (این این آئی) کویت میں کام کرنے والے دو لاکھ سے زیادہ تارکین وطن گذشتہ ایک سال کے دوران میں بیرون ملک سے لوٹنے نہ کی وجہ سے اقاموں سے محروم ہو گئے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق یہ تمام تارکین وطن کرونا وائرس کی وبا کو پھیلنے سے روکنے کے لیے عاید کردہ پابندیوں کے پیش نظر بیرون ملک سے کویت میں واپس نہیں آ سکے اور حکام نے ان کے اقامے منسوخ کر دیے یا وہ ان کے ویزے زائد المیعاد ہونے کی وجہ سے کارآمد نہیں رہے ہیں۔ متاثر ہونے والے تارکین وطن 20 مختلف ممالک سے تعلق رکھتے ہیں لیکن

بقیہ 24 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

شمالی کوریا کا دو بیلسٹک میزائلوں کا تجربہ

جاپان اور جنوبی کوریا کا شمالی کوریا کے میزائل تجربوں پر تشویش کا اظہار

شمالی کوریا کے میزائل تجربے کے نتیجے میں اس کی بحری حدود میں میزائلوں کا ملبہ نہیں گرا، جاپان

پیانگ یانگ (این این آئی) شمالی کوریا کی جانب سے دو بیلسٹک میزائلوں کا تجربہ کیا گیا ہے۔ برطانوی میڈیا کے مطابق شمالی کوریا نے جاپان کے ساحل میں دو بیلسٹک میزائلوں کا تجربہ کیا جو امریکی صدر جو بائیڈن کے اقتدار سنبھالنے کے بعد پہلا میزائل تجربہ ہے۔ برطانوی میڈیا کے مطابق اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرارداد کے تحت شمالی کوریا پر میزائل تجربے پر پابندی عائد ہے اور تجربہ کرنے کی صورت میں اسے دھمکی تصور کیا جائے گا۔ جاپان اور جنوبی کوریا نے شمالی کوریا کے میزائل تجربوں پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اس

بقیہ 26 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

کبوتر پالنے پر پڑوسیوں نے مصری شہری کو زخمی کر دیا، ملزمان گرفتار

گرفتار دو ملزمان کو چار روزہ جسمانی ریمانڈ پر پولیس کے حوالے کیا گیا ہے، پراسیکیوٹر جنرل

قاہرہ (این این آئی) مصر میں کبوتر پالنے پر ایک شخص کو اس کے پڑوسیوں نے حملہ کر کے زخمی کر دیا۔ دوسری طرف پراسیکیوٹر جنرل نے اس واقعے کا نوٹس لیتے ہوئے ملزمان کے خلاف کارروائی شروع کی ہے۔ اس کیس میں دو ملزمان کو گرفتار کر لیا گیا ہے جنہیں چار روزہ جسمانی ریمانڈ پر پولیس کے حوالے کیا گیا ہے۔ عرب ٹی وی کے

بقیہ 22 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

سرکس میں کرتب کے دوران لڑتے ہوئے ہاتھی تماشائیوں پر کود پڑے

تماشائیوں میں خوف طاری، واقعے کی ایک ویڈیو بھی سوشل میڈیا پر وائرل ہو گئی

ماسکو (این این آئی) روس کے شہر قازان میں ہاتھوں کے ایک سرکس کے دوران ہاتھیوں کی آپس میں ہونے والی لڑائی سے وہاں پر موجود تماشائی اس وقت مشکل سے دوچار ہو گئے جب ہاتھی لڑتے ہوئے سرکس رنگ سے باہر نکل پر تماشائیوں پر کود پڑے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق اس واقعے کی ایک ویڈیو بھی سوشل میڈیا پر وائرل ہوئی ہے۔

بقیہ 23 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

ڈپٹی کمشنر پشین قائم لاشاری یوم پاکستان کی مناسبت سے نجی سکول میں منعقدہ تقریب سے خطاب کر رہے ہیں

امارات میں کرونا کے 2196 نئے کیسوں کی تشخیص، پانچ مریض چل بسے

یو اے ای میں اس وقت کووِڈ 19 کے فعال کیسوں کی تعداد 15565 ہے، ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی

ابوظبی (این این آئی) متحدہ عرب امارات کی قومی ایمرجنسی کرائسس اور ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی (این سیما) نے گذشتہ 24 گھنٹے میں کووِڈ 19 کے 2196 نئے کیسوں کی تشخیص کی اطلاع دی ہے جبکہ پہلے سے اس مہلک وائرس کا شکار پانچ مریض وفات پا گئے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق این سیما نے اطلاع دی کہ کرونا وائرس کے 226275 ٹیسٹ کیے گئے۔ ان میں سے مذکورہ کیسوں کی تشخیص ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ پہلے سے اس مہلک وائرس کا شکار 2385 مریض صحت یاب ہو گئے۔ اس طرح اب تک ملک میں

بقیہ 27 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

بولیویا: فوجی طیارہ رہائشی عمارت پر گر کر تباہ

بولیویا (آن لائن) بولیویا میں فوجی طیارہ رہائشی عمارت پر گر کر تباہ ہو گیا۔ غیر ملکی خبر رساں ادارے کے مطابق فوجی طیارہ گرنے سے ایک شخص ہلاک اور 2 زخمی ہو گئے۔ زخمیوں کو فوری طور پر قریبی اسپتال منتقل کر دیا گیا۔ طیارے حادثے میں پائلٹ معجزاتی طور پر محفوظ رہا جبکہ ہلاک اور زخمی ہونے

بقیہ 28 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

میئر ہیوسٹن نے 20 مارچ کو یوم جاوید انور قرار دے دیا

سید جاوید انور کی جدوجہد، ترقی اور خدمات قابل تقلید اور نوجوان نسل کے لیے مشعل راہ ہیں، میئر ہیوسٹن سلوسٹر ٹرنر

ہیوسٹن (این این آئی) میئر ہیوسٹن سلوسٹر ٹرنر نے 20 مارچ کو یوم جاوید انور قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ سید جاوید انور کی جدوجہد، ترقی اور خدمات قابل تقلید اور نوجوان نسل کے لیے مشعل راہ ہیں۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق سلوسٹر ٹرنر حکومت پاکستان کی طرف سے ممتاز آئل بزنس ٹائیکون جاوید انور کو ہلال امتیاز کے لیے نامزد کیے جانے کی خوشی میں ہیوسٹن کراچی سسٹر سٹی ایسوسی ایشن کی جانب سے مقامی ہوٹل میں منعقدہ ستائشی استقبالیہ سے خطاب کر رہے تھے۔ قبل ازیں جاوید انور، قونصل جنرل ہیوسٹن ابرار ہاشمی اور سعید شیخ نے بھی خطاب کیا۔ میئر ہیوسٹن نے ازراہ مذاق کہا کہ جاوید انور ڈیموکریٹس اور ری پبلکن پارٹی دونوں میں عزت اور تکریم کی نگاہ سے دیکھے جاتے اور وہ

بقیہ 25 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

فلسطینی علاقوں میں کرونا سے مزید 23 اموات، 2032 نئے کیسز

رام اللہ (این این آئی) فلسطینی وزارت صحت نے بتایا ہے کہ گذشتہ چوبیس گھنٹوں کے دوران فلسطینی علاقوں میں کرونا کے مزید 23 مریض دم توڑ گئے جب کہ 2032 نئے کیسز سامنے آئے ہیں۔ مرکز اطلاعات فلسطین کے مطابق رام اللہ میں ایک پریس کانفرنس کے دوران فلسطینی وزیر صحت می کیلہ نے بتایا کہ گذشتہ چوبیس گھنٹوں کے دوران فلسطینی علاقوں میں کرونا کے

بقیہ 29 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

اسرائیلی انتخابات، اسلام پسند جماعت رعام اہمیت اختیار کر گئی

کسی بھی پارٹی کو حکومت بنانے کے لیے رعام کی ضرورت پڑے گی، اسرائیلی میڈیا

تل ابیب (این این آئی) اسرائیل میں حکومت سازی کے لیے کسی بھی پارٹی کو عرب اسلام پسند جماعت رعام کی حمایت ضروری ہو گئی ہے جس نے حالیہ انتخابات میں پانچ نشستیں حاصل کی ہیں۔ صیہونی میڈیا کے مطابق اسرائیل میں منگل کے روز ہونے والے انتخابات کے حتمی نتائج کا اعلان ابھی باقی ہے تاہم 120 رکنی پارلیمان میں عرب اسلام پسند جماعت القائمۃ العربیہ الموحدہ (رعام) کو پانچ سیٹیں ملنے کی توقع ہے۔ وزیر اعظم بنیجمن نیتن یاہو کی قیادت والی حکومتی اتحاد کو 52 نشستوں پر کامیابی ملی ہے جب کہ ان کی حریف اتحاد نے 56 سیٹیں حاصل کی ہیں۔ رعام اسرائیل کے انتخابات میں زبردست کامیابی حاصل کر کے پارلیمنٹ میں بطور کنگ میکر داخل ہو گئی ہے۔ رعام عبرانی زبان میں جماعت القائمۃ العربیہ

بقیہ 30 صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں

کوئٹہ، بلوچستان ایمپلائز اینڈ ورکرز گرینڈ الائنس کے کنونیر عبدالمالک کاکڑ حبیب الرحمان مردانزئی اور دیگر 29 مارچ کے دھرنے کے حوالے سے اے ڈی سی ثاقب کاکڑ وانتظامیہ کے ساتھ میٹنگ کر رہے ہیں

روزنامہ امروز کوئٹہ

ایڈیٹر و پبلشر عبدالحکیم نے قلات پرنٹنگ پریس نیلم روڈ کوئٹہ سے چھپوا کر دفتر روزنامہ امروز آفس نمبر TF-02 تیسری منزل ایجنگل پلازہ، ایجنگل روڈ کوئٹہ سے شائع کیا
فون: 2835212 فیکس: 2835212
ای میل imroz.ad@gmail.com

ساڑھے 7 ارب روپے کا رمضان پیکج میں بلوچستان کا حصہ

اقتصادی رابطہ کمیٹی کا اجلاس وفاقی وزیر خزانہ عبدالحفیظ شیخ کی زیر صدارت منعقد ہوا، جس میں فیصلہ کیا گیا کہ 7 ارب 60 کروڑ روپے کا رمضان پیکج دیا جائے۔ یوٹیلٹی سٹورز پر آٹا، چینی، گھی، خوردنی تیل، دالوں، چاول سمیت 19 اشیاء ضروریہ پر سبسڈی دی جائے گی۔

ماہ رمضان میں ایک ماہ سے بھی کم عرصہ باقی رہ گیا ہے۔ گرانفروشوں و ذخیرہ اندوزوں نے ابھی سے اشیاء ضروریہ کی مصنوعی قلت پیدا کرنے کیلئے گوداموں بھرنے شروع کر دیئے ہیں۔ تاجروں نے کئی اشیاء کے نرخ بڑھا دیئے ہیں۔ آٹا اور چینی 25 فیصد تک مہنگی کر دی گئی ہے۔ مرغی اور دودھ دہی کی قیمتیں 30 فیصد تک بڑھا دی گئی ہیں۔ خوردنی تیل گھی 20 روپے فی لیٹر و کلو مہنگا کر دیا گیا ہے۔ ماہ صیام برکتوں و رحمتوں کا مہینہ ہے۔ لیکن سماج دشمن تاجر اس مقدس ماہ میں اشیاء ضرورت کی قیمتوں میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ ناقص اور ملاوٹ شدہ اشیاء کی فروخت کا دھندا بھی عروج پر پہنچ جاتا ہے۔ گزشتہ ایک عشرہ سے عوام کے لئے یوٹیلٹی سٹورز پر سبسڈی دینے کا سلسلہ جاری ہے۔ تاکہ لوگوں کو ریلیف مل سکے، اور بنیادی اشیاء ضروریہ کم قیمتوں پر دستیاب ہوسکیں۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ یوٹیلٹی سٹورز پر جن اشیاء کی قیمتیں مارکیٹ کی نسبت نمایاں کم رکھی جاتی ہیں۔ سٹورز کا عملہ وہ اشیاء غائب کر کے بلیک مارکیٹنگ کرتا ہے۔ اس طرح حکومت کی جانب سے اربوں روپے کی سبسڈی سے عام آدمی کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا ہے۔ یوٹیلٹی سٹورز پر دستیاب اشیاء معیار اور وزن میں بھی کم تر ہوتی ہیں۔ اس طرح جو رعایت دی جاتی ہے۔ وہ معیار کی نذر ہو جاتی ہے۔

بلوچستان وسیع رقبہ کا حامل صوبہ ہے، دور دور تک بکھری آبادی کی مناسبت سے یوٹیلٹی سٹورز کی تعداد انتہائی کم ہے۔ صرف چند درجن یوٹیلٹی سٹورز ہیں۔ ان سٹورز پر بھی اشیاء ضروریہ کی دستیابی کو یقینی بنانے کے لئے کوئی اقدام نہیں اٹھایا گیا۔ غربت، بے روزگاری اور پسماندگی کے حوالے سے بلوچستان کہیں آگے ہے، صنعتی و تجارتی سرگرمیاں نہ ہونے کی وجہ سے روزگار کے مواقع کم ہیں۔ ان حالات میں یہ ضروری ہے کہ صوبے کے عوام کو زیادہ سے زیادہ ریلیف پہنچانے کے لئے اقدامات اٹھائے جائیں، لیکن مرکز میں جو بھی حکومت آتی ہے، وہ صرف اپنے سیاسی مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے صوبہ بارے پالیسیاں اختیار کرتی ہے۔ قومی اسمبلی میں بلوچستان کی نمائندگی کم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوبے کو وفاقی سطح پر قائم ہونے والی حکومتیں نظر انداز کرتی رہی ہیں۔ اگر قومی اسمبلی میں بھی یکساں نمائندہ کا اصول اپنایا جاتا تو کسی بھی وفاقی حکومت کے لئے یہ ممکن نہ ہوتا کہ وہ چھوٹی اکائیوں کو اہمیت دینے سے غفلت برتے۔

رمضان المبارک کیلئے اس مرتبہ حکومت نے پیکج ڈیڑھ گنا کر دیا ہے، لیکن صرف رقوم مختص کرنا ہی کافی نہیں، اصل کام یہ ہے کہ حکومت یہ دیکھے کہ پیکج پر کن قدر عملدرآمد ہو رہا ہے۔ بلوچستان میں یوٹیلٹی سٹورز پہلے ہی قلیل تعداد میں ہیں۔ جو سٹورز قائم ہیں وہاں آٹا، چینی، اور گھی سمیت اکثر اشیاء ضروریہ دستیاب نہیں ہوتیں۔ یوٹیلٹی اسٹورز کی کمی کے پیش نظر یہ تجویز قابل عمل ہوسکتی ہے۔ کہ حکومت ہر شہر میں چند درجن دکانوں کو بھی سستی اشیاء کی فروخت کیلئے مقرر کر سکتی ہے۔ تاکہ لوگوں کو پیکج کا زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا جاسکے۔ ہم یہ بھی کہنا چاہیں گے کہ ہر سال رمضان بازار صرف رسمی کارروائی کے طور پر لگائے جاتے ہیں۔ ان بازاروں میں لوگوں کو اشیاء ضروریہ کی دستیابی کیلئے کوئی قدم نہیں اٹھایا جاتا۔ صوبائی محکمہ خوراک نے سمجھتے سرکاری آٹا کے لئے جو سیل پوائنٹس مقرر کیئے، وہاں لوگوں کو آٹا نہیں مل رہا۔ یوٹیلٹی سٹورز پر بھی غیر معیاری اور ناقص آٹا و دیگر اشیاء کی فروخت کی شکایات کو دور کرنے کے لئے کوئی قابل ذکر قدم نہیں اٹھایا جاسکا۔ جب تک اشیاء کی بلیک مارکیٹنگ، کم وزن اور غیر معیار فروخت کرنے والوں کے خلاف موثر کارروائی عمل میں نہیں لائی جائے گی، لوگوں کو ریلیف نہیں مل سکتا۔ بلوچستان میں غربت و بے روزگاری زیادہ ہے۔ ماضی میں بھی اس صوبہ کو تمام وفاقی حکومتوں نے اہمیت نہیں دی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اب یہ سلسلہ بند ہونا چاہیے۔ بلوچستان کے عوام کو کم سے کم ماہ رمضان میں ریلیف فراہم کرنے کے اقدام اٹھانا ہوں گے صوبہ کے عوام کا بھی یہ حق ہے کہ انہیں وفاق سبسڈی نرخوں پر اشیاء کی فراہمی یقینی بنائے۔

دھان منڈی کی مالا اور لندن والا اپارٹمنٹ

ڈاکٹر شیر شاہ سید

پہلا خط امی کا تھا۔ میرے ایم آر سی پی (MRCP) پاس کرنے پر بہت خوش تھیں اور اب میری شادی طے کر دی گئی ہے، کسی جنرل جمال اختر چوہدری کی دختر نیک اختر عذرا چوہدری کے ساتھ۔ خط کے ساتھ ایک فیملی گروپ فوٹو تھا جس میں جنرل صاحب اپنی وردی اور تمغوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ساتھ میں ایک خوبصورت سی، معصوم سی چھوٹی سی لڑکی تھی جو عذرا تھی، میری ہونے والی دلہن۔ اور بھی باتیں تھیں کہ جنرل صاحب ابھی تک جنرل ہیں اور پاکستان جیسے ملک میں اوپر والے پر بھروسا اتنا کام نہیں کرتا ہے جتنا کسی جنرل سے رشتہ داری کام آتی ہے۔

امی نے یہ بھی لکھا تھا کہ جنرل صاحب نے باتوں باتوں میں یہ بھی کہا ہے کہ وحید جیسے ہی لاہور پہنچے گا ویسے ہی کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں اس کا تقرر کرا دیا جائے گا۔ میں تو ہمیشہ خواب یہی دیکھتا تھا کہ لاہور پہنچ کر میں اے پی (اسسٹنٹ پروفیسر) بن جاؤں۔ آج کل چاہے ایف آر سی ایس ہو یا ایم آر سی پی، اگر کسی سرکاری ہسپتال اور خاص طور پر اگر میڈیکل کالج سے وابستگی نہیں ہے تو شہر میں نام پیدا کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔

اگر نام نہ ہو تو مریض نہیں آتے، اگر مریض ہی نہیں آئیں گے تو پھر روپیہ پیسہ کہاں سے آئے گا۔ میں بہت سے اچھے فزیشن، سرجنز کو جانتا ہوں جنہوں نے اپنے امتحانات میں اعزازات حاصل کیے۔ لندن، ایڈنبرا، گلاسکو، ڈبلن میں تمغے جمع کیے مگر جب پاکستان واپس پہنچے تو تعلقات نہ ہونے کی بنا پر میڈیکل کالج میں نوکری حاصل نہ کر سکے۔ وہ اچھے ڈاکٹر ہیں، بہترین سرجن ہیں، اپنے کام میں بہت سے پروفیسروں سے آگے ہیں مگر شہرت، دولت، دونوں سے محروم ہیں۔

میں نے امی کی بھیجی ہوئی تصویر پر پھر نظر ڈالی، ٹیبل لیمپ جلا کر عذرا کو ایک بار پھر غور سے دیکھا۔ بہت سارے حروف آہستہ آہستہ حرکت کرنے لگے۔ جیسے سینما میں ٹائٹل حرکت کرتا ہے۔ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج، اسسٹنٹ پروفیسر آف میڈیسن، شہرت، دولت، بڑی سی کار بڑا سا مکان، گولف کلب، لاہور جمخانہ، مستقبل اپنے دامن میں بہت ساری آسائشیں لئے مسکرا رہا تھا۔ میں بے اختیار مسکرا دیا۔ تصویر میں عذرا نہیں تھی، جنرل جمال اختر چوہدری تھے، جنرل جمال چوہدری نہیں تھے، شاندار جگمگاتا ہوا مستقبل تھا۔ میں نے مسحور ہو کر خط کو چوم لیا۔ میری امی، میری اچھی امی۔

امی نے لکھا تھا کہ جنرل صاحب کا ایک اپارٹمنٹ لندن میں بھی ہے اور آنے والی چھٹیوں پر عذرا اس اپارٹمنٹ میں ہی رہے گی۔ ان کا حکم تھا کہ میں ضرور اس سے مل لوں۔ میں نے سوچا تھا کہ ضرور ملوں گا اور آنے والے خوش آئند دنوں کا سوچ کر میرا دل زور سے دھڑکا تھا۔

امی نے جنرل صاحب کے بنگلوں، زمینوں اور خاندانی کاروبار کا بھی ذکر کیا تھا۔ میں خود بھی جنرل صاحب اور ان کے خاندان سے مسحور سا ہو گیا تھا۔ مجھے ایسا لگا تھا جیسے میری گردن خود بخود تھوڑی سے اکڑ گئی ہے۔ میرا دل چاہا کہ اڑتا ہوا لاہور پہنچ جاؤں، اپنی امی کے پاس، اس شہر میں جو سارے جہاں سے اچھا ہے، اپنے لوگوں کے درمیان جو سب لوگوں سے اچھے ہیں۔ ابھی دولہا بن جاؤں اور لے آؤں اپنی دلہن عذرا کو اپنے پروں میں چھپا کر۔

دوسرا خط رومان الرحمان کا تھا ڈھاکے سے۔ لفافے کے پیچھے کونے میں ہمیشہ کی طرح چھوٹا چھوٹا لکھا ہوا تھا۔ ''رومان، دھان منڈی۔'' میں بہت دنوں سے اس خط کا انتظار کر رہا تھا۔ رومان میرا بہترین دوست تھا۔ پانچ سال کا طویل عرصہ ہم دونوں نے ساتھ گزارتا۔ میرا داخلہ ڈھاکہ میڈیکل کالج میں مغربی پاکستان کے کوٹے پر ہوا تھا اور پہلے دن سے ہی ہم لوگوں کی دوستی ہو گئی تھی۔ رومان دھان منڈی میں رہتا تھا۔ پہلے دن پہلی کلاس میں وہ میرے برابر بیٹھا ہوا تھا۔ کلاس شروع ہونے سے پہلے اس نے مجھ سے اردو میں پوچھا تھا ''کیا نام ہے آپ کا؟'' میں نے بتایا تھا ''وحید الرحمان۔''

ارے یہی تو میرے بڑے بھائی کا نام ہے''۔ پھر ہم لوگ دوست ہو گئے تھے۔ وہ بہت اچھی اردو بولتا تھا۔ پانچ سال کے عرصے میں ان گنت دفعہ اس کے گھر آیا گیا تھا۔ ہم دونوں ہاسٹل میں روم میٹ بن گئے تھے۔ کبھی مجھے پیسوں کی ضرورت پڑتی تھی تو اس سے لے لیتا تھا۔ جب لاہور چھٹیوں پر جاتا تو واپسی پر اس کے ماں باپ، بھائی بہن کے لئے ویسے ہی تحفے لے کر جاتا تھا جیسے ڈھاکے سے لاہور جاتے ہوئے ڈھاکے کی پنیر، ڈھاکے کی جانماز اور ڈھاکے کا پان اپنے گھر والوں کے لئے لے جاتا تھا۔

اس کا گھر مشرقی پاکستان میں میرا دوسرا گھر تھا۔ رومان کے ساتھ رہتے رہتے میں بنگلہ بولنے لگا تھا، اتنی ہی اچھی جتنی اچھی اردو بولتا تھا۔ اس کا خط بہت ساری پرانی یادیں سمیٹ کر لے آیا تھا۔ گزرا ہوا وقت کسی فلم کی طرح ذہن کے پروجیکٹر پر چلنے لگا۔ مجھے یاد آیا ایک دن رومان کہنے لگا کہ ''بندھو تم اردو اچھی بولتے ہو آج تم کو عجیب ہی اردو سناؤں گا۔'' وہ مجھے پرانے ڈھاکے میں رشوملائی کھلانے لے گیا تھا۔ جیسے ہی اس چھوٹی سی دکان میں ہم نے قدم رکھا ایک آواز آئی تھی۔

''ارے باہر رکشا کھڑس ہوگا۔ میاں جبار کھڑس کھڑس میرا شکل دیکھس، کب جاہس اور جاکر رکشا والے کو پیسہ دیدہس۔ دیکھس نہیں کہ ڈاکٹر لوگ اتا دور سے اس دکان میں آہس ہیں۔''

یہ ان لوگوں کی اردو تھی۔ پھر ہم لوگ اکثر کوشش کرتے تھے کہ کہس داہس آہس کرس کھاہس؟ کی طرح اردو بولیں، مگر رشوملائی جتنی میٹھی، جتنی اچھی تھی اس سے کہیں زیادہ یہ کٹی اردو مشکل تھی۔ ڈھاکہ، ڈھاکہ ہائے ڈھاکہ۔ اسی ڈھاکے سے بہت دنوں بعد رومان کا خط تھا۔ الیکشن کے فوراً بعد مجھے رومان کا خط ملا جس میں الیکشن کی تفصیلات تھیں۔ بہت سارے اندیشوں کا ذکر تھا۔ وہ بہت سارے لوگوں کی طرح گھبرایا ہوا تھا۔ میں نے اسے فوراً ہی جواب دے دیا تھا۔

پھر اس کا دوسرا خط آیا تھا جس میں منشی گنج اور نواکھلی میں بہاریوں کے قتل کی خبریں تھیں اور ڈھاکہ میں فسادات کی تھی۔ اس کا جواب بھی میں نے دے دیا تھا۔ پھر اس نے لکھا تھا کہ فوج آ گئی ہے۔ ابھی سب کچھ ٹھیک ہے، مگر لگتا ہے بہت کچھ خراب ہو جائے گا۔ اس کا جواب بھی میں نے دیا تھا۔ پھر اس کا کوئی خط نہیں آیا تھا۔

پھر مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا۔ اس تمام عرصے میں ریڈیو، اخبار اور ٹیلی ویژن پر وہ سب کچھ میں نے دیکھ لیا تھا جو نہ دیکھنے کی تمنا تھی، نہ سکت، نہ حوصلہ مگر دیکھنا پڑ گیا تھا۔ عوامی لیگ کے انسانوں کے سمندر جیسے جلسے، فسادات، آگ، انسانوں کا خون، بہاری عورتوں کا اغوا، اور کلکتے میں فروخت کی داستانیں، فوج کے ہاتھوں بنگالیوں کے قتل عام کے قصے، الشمس البدر کے ہاتھوں مرنے والے دانشوروں کے کٹے ہوئے سروں کے تصویر، مکتی باہنی کے ہاتھوں سے بنا ہوا خون کا دریا۔

بی بی سی کے کیمرے جذبات و احساسات سے عاری تھے اور وقت بھیانک خواب کی طرح گزر گیا تھا۔ اور اب رومان کا خط تھا، ویسا ہی ہمیشہ جیسا، لفافہ اسی شہر غدار کی مہر کے ساتھ، وہی تحریر تھی، صرف ٹکٹ بدل گئے تھے کیونکہ وقت بدل گیا تھا۔ مجھ میں ہمت نہیں تھی کہ لفافہ کھولوں، نہ جانے کیا لکھا ہوگا۔ کیسی باتیں ہوں گی، کس کے بارے میں کیا خبر ہوگی، بے قراری کے کیا کیا واقعات ہوں گے، شاید وحید بھائی کے قتل کی خبر ہو۔ شاید ان کا گھر بھی جل گیا ہوگا۔ دماغ کے کسی خانے میں لمحوں کے اندر ان گنت خدشے کلبلائے۔ اف خدایا! اتنے دنوں کے بعد وہ خط آیا جس کا انتظار تھا اور میں وہی خط کھولنے سے گھبرا رہا تھا۔

میں نے دھیرے سے کپکپاتے ہاتھوں کے ساتھ خط کھولا تھا، ہمیشہ کی طرح سفید کاغذ پر ایک طرف لکھا ہوا خط تھا جو شروع کرتے ہی تیر کی طرح میرے دل میں اتر گیا۔ مجھے لگا جیسے مجھے ہارٹ اٹیک ہو گیا ہو۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ ہو گیا ہوگا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے، یہ کیسے ہو گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا آیا اور آتا چلا گیا۔ وہ لوگ رات کے اندھیرے میں وحید کو تلاش کرنے آئے تھے جو عوامی لیگ کا کارکن تھا مگر مالا کو لے کر چلے گئے تھے۔ پاکستانی فوج کے سپاہی۔ دو دنوں کے بعد مالا کی لاش ملی تھی، ادھڑی ہوئی، نچی ہوئی، پامال کی ہوئی۔ بنگلہ دیش تو آزاد ہو گیا تھا مگر رومان کا خاندان ختم ہو گیا تھا۔

وحید کا کچھ پتہ نہیں لگا تھا۔ ماں جی ''مالا مالا'' چیختی رہی تھیں۔ پھر ایک دن ان کی بھی لاش ہی ملی تھی۔ انہوں نے خاموشی سے خودکشی کر لی تھی۔ وہ مالا کے ادھڑے ہوئے بدن کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتی تھیں۔ رومان نے لکھا تھا کہ زندگی اس دھان منڈی کے بنگلے میں ہے مگر خالی ہے۔ وقت گزر رہا ہے، وردی پہنے ہوئے ہر آدمی سے نفرت ہو گئی ہے، دل کرتا ہے سب کا گلا گھونٹ دوں۔ ہر ایک کے جسم سے وردی کھنچوا کر پھینک دوں، ان کا ڈھیر لگا کر ان میں لگا دوں۔

اس نے لکھا تھا کہ پاکستانی فوجیوں کے بعد مکتی باہنی کے وردی پوشوں نے بہاریوں اور مغربی پاکستان کے حامی بنگالیوں کے ساتھ بھی وہی کیا تھا جو دشمن کے ساتھ بھی نہیں کیا جاتا ہے۔ اغوا، قتل، عزتوں کی پامالی، مکانوں جائیدادوں پر قبضہ، گھروں میں زندہ جلانے کی داستانیں۔ نہ جانے رومان نے یہ خط کیسے لکھا تھا۔ وہ دن اور دوسرا دن، پھر تیسرا دن بھی ایسے گزرا جیسے میں مر چکا ہوں۔ بار بار مالا کا چہرہ سامنے آجاتا تھا۔ کنول جیسی مسکراتی ہوئی آنکھیں، سانولا سا کھلتا ہوا چہرہ جس پر لانبے لانبے بال تھے۔ وہ چلتی تھی تو ایسا لگتا تھا کہ جیسے سارا جہاں ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے بن کر مجھے ایک سوئٹر دیا تھا جو ابھی تک میرے پاس محفوظ تھا۔ اس معصوم کو ان لوگوں نے پامال کر دیا۔ مجھے اپنے آپ سے، اپنے نام سے نفرت سی ہو گئی تھی۔ میں رومان کے خط کا جواب نہیں دے سکا تھا۔ نہ مجھ میں ہمت تھی، نہ میرے پاس الفاظ تھے، نہ میرے پاس کہنے کو کچھ تھا، نہ ہی دلاسا دینے کے لئے کوئی مثال تھی۔ میں ہارے ہوئے انسان کی طرح تھا، ایک ٹوٹے ہوئے ستارے کی مانند۔ میں نے رومان کو تو خط نہیں لکھا مگر امی کے لئے ایک خط ضرور لکھا۔

پیاری امی جان!

میں عذرا چوہدری سے شادی نہیں کر سکتا ہوں۔ مجھے میری گستاخی پر معاف کر دیں۔ آپ جو میری سب کچھ ہیں، یہ صرف میں آپ کو ہی لکھ سکتا ہوں۔ مجھے کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کی اسسٹنٹ پروفیسری نہیں چاہیے۔ نہ لندن کے اس فلیٹ کی چابی جس کا ذکر آپ نے اپنے خط میں کیا ہے۔ ان دسیوں مکانوں اور کاروں کا کیا کروں گا جن کے پیچھے انسانی خون کے جوہڑ بنے ہوئے ہیں، جہاں پر بہت سی مالاؤں کی لاشیں ٹنگی ہوئی ہیں۔ میری بہن مجھ سے بڑے بہیمانہ طریقے سے چھین لی گئی ہے۔

اب میں کسی وردی پوش کے ساتھ اپنے آپ کو عزت دار محسوس نہیں کروں گا۔ میرے لئے یہ ہزیمت اٹھالیں، جنرل صاحب سے کہہ دیں انہیں بہت مل جائیں گے۔ میرے لئے کوئی سفید پوش خاندان تلاش کریں، کوئی شریف لوگ جن کا چھوٹا سا گھر ہو۔ جہاں ایمانداری سے کمایا ہوا پیسہ ہو، جہاں فریج، ائرکنڈیشنر، کاریں، لندن کے اپارٹمنٹ کی چابی نہ ہو۔ سوچتا ہوا دماغ ہو، پیار بھرا دل ہو اور دال کی پلیٹ میں بھی دوسرے کو حصہ دینے کی خواہش ہو۔ مجھے تو کوئی ایسی تصویر بھیجیں جس میں کوئی وردی پوش تمغے والا نہ ہو، جس کو دیکھ مجھے ان گنت لوگوں کے لاشوں کے ڈھیر نظر آنے لگیں، مالاؤں کی پامالی یاد آ جائے۔ دوستوں، یاروں، ماؤں، بہنوں کے اجڑے ہوئے گھر نظر آئیں۔ مجھے تو اب اس تصویر سے ہی گھن آ رہی ہے۔

اس خط کے ساتھ ہی میں نے رومان کا خط بھی اپنی امی کو بھیج دیا تھا۔

ماضی سے کٹی ہوئی دنیا کا مستقبل اور یوکو اوگاوا کا ناول

تصنیف حیدر (دہلی)

چینی مصنف یان لیانکے کا ایک دلچسپ مضمون کورونا کال کے دوران ہی سامنے ایا۔ وہ دراصل ان کا ایک ای لیکچر تھا، جس میں انہوں نے یادداشتوں کی اہمیت پر زور دیا تھا۔ اسی مضمون میں کچھ چینی مصنفین کے حوالے بھی تھے۔ لوہ ٔشن کی دو کہانیوں کا ذکر تھا۔ میں نے وہ دو کہانیاں تو نہیں پڑھیں۔ البتہ مجھے ظ انصاری کی ترجمہ کردہ ان کی ایک کہانی 'ایک پاگل کی ڈائری' مل گئی تھی۔ اس میں بھی ایک ایسے شخص کی روداد تھی جسے یہ بھرم ہوجاتا ہے کہ ساری دنیا اس کے خلاف ہوگئی ہے اور اس کی جان لینا چاہتی ہے۔ چنانچہ اس پاگل پن میں مبتلا ہو کر اس نے اپنے اندیشوں کو ایک ڈائری میں لکھنا شروع کر دیا تھا۔ کہانی کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ اندیشوں میں گھرا ہوا ادمی کیسے دھیرے دھیرے سب کے خلاف ہوجاتا ہے، اسے یہی لگتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے، اسی کے خلاف ہو رہا ہے۔ اسی وجہ سے وہ بات بات پر مخالفت پر اتر اتا ہے۔ یہ صورتحال ہماری قومی صورت حال سے تھوڑی مختلف ہوسکتی ہے مگر انفرادی طور پر اس نے ہمیں قنوطی اور جھگڑالو تو بنایا ہی ہے۔

بہرحال میں یادوں کے ذکر پر واپس اتا ہوں۔ یان لیانکے کے اس مضمون کے بعد مجھے اب تک چین، جاپان اور جنوبی کوریا کے تین مصنفین کو پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ یاز وناری کاوابا تا کی بات الگ ہے کہ میں اسے دل سے پسند کرتا ہوں اور اس کے فن پر الگ سے کبھی لکھوں گا۔ مگر جن مصنفین کا یہ ذکر ہے وہ ہیں چین کے مویان، جاپان کی یوکو اوگاوا اور جنوبی کوریا کی ہین کینگ۔ مویان اور ہین کینگ پر الگ سے لکھنا چاہیے، مگر ایک مشترک نقطہ جو ان تینوں مصنفین کے یہاں ہے وہ ہے ماحولیات کا بیان اور اس کے ذریعے انسانی نفسیات پر پڑنے والا اثر۔ ان تینوں کی کہانیوں میں مرکزی کرداروں کے یہاں شخصیت میں جو کجروی یا غلامانہ ذہنیت پیدا ہوتی ہے۔ اس کا بیج بچپن میں ہی بو دیا جاتا ہے۔ مویان اور ہین کینگ کے حوالے سے فی الحال اتنی ہی بات کہنی کافی ہے۔ اس وقت میں خاص طور پر یوکو اوگاوا کے ناول پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

فرض کیجیے اپ ایک ایسے شہر میں رہتے ہیں جہاں کوئی بھی چیز، معمولی سے معمولی۔ ایک روز اچانک غائب ہوجاتی ہے اور اپ کو اپنی ذہن کی سلیٹ سے بھی اسے محو کرنا ہے۔ یہ اتنا ضروری ہے کہ اگر اپ ایسا نہیں کر پاتے تو یادوں کو کنٹرول کرنے والی پولیس اپ کو گرفتار کر سکتی ہے، اپ کو سزا سنا سکتی ہے اور جان سے بھی مار سکتی ہے۔ پولیس کا یہ استبداد ہی یوکو اوگاوا کے ناول کا مرکزی خیال ہے۔ اسی لیے ان کے ناول کا نام ہی 'دی میموری پولیس' ہے۔ اردو میں اس کا کوئی ٹھیک ٹھیک متبادل ممکن نہیں پھر بھی یادوں والی پولیس کہہ کر اپ اپنا جی ہلکا کر سکتے ہیں۔

Ogawa Yoko

یوکو اوگاوا کے اس ناول کو بکر پرائز کے لیے نامزد کیا گیا تھا۔ مگر بکر تک پہنچنے کا اس کا سفر قریب پچیس سال کا رہا ہے، کیونکہ اصل میں یہ ناول 1994 میں شائع ہوا تھا۔ اس ترجمہ شدہ ناول کو پڑھتے وقت بھی جیسے اپ ایک عجیب سے خوف میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ناول میں تین اہم کردار ہیں۔ مرکزی کردار ایک ناول نگار عورت کا ہے جس نے بچپن سے ہی اپنے جزیرے پر چیزوں کے گم ہونے اور انہیں بھول جانے کے طریقے کو سمجھ لیا تھا۔ اور جو بڑے ہوتے ہوتے بہت سے دوسرے باشندوں کی طرح اچانک کسی چیز کے غائب کردیے جانے کے حکم پر عمل کرنے کی عادی ہو جاتی ہے، کہا جاسکتا ہے کہ چیزوں سے اس کا لگاؤ صرف ضرورت کی حد تک ہی رہ جانا چاہیے تھا۔ مگر پھر بھی وہ ایسا کر نہیں پاتی اور اس کے دو شواہد ناول میں موجود ہے۔

ایک دفعہ جب انوئی خاندان خاموشی سے ناول نگار کے گھر اتا ہے اور اسے اطلاع دیتا ہے کہ میموری پولیس چونکہ پروفیسر انوئی کو طلب کر رہی ہے اور وہ ان کے پاس جانے کا انجام جانتا ہے اور اس وجہ سے وہ اپنے خاندان سمیت، جس میں دو لڑکیاں، ایک چھوٹا بچہ اور اس کی بیوی ہے، کہیں روپوش ہونے جا رہا ہے اور اپنی بلی کو پیچھے چھوڑے جا رہا ہے تب ناول نگار کو انہیں رخصت کرنے کے بعد خیال اتا ہے کہ اسے اس بچاری بلی کو اپنے پاس رکھ لینا چاہیے تھا۔ اسی طرح ناول نگار کے پڑوس کا ایک خاندان، کسی کو اپنے یہاں پناہ دینے کے جرم میں گرفتار کر لیا جاتا ہے اور ان کے سنسان گھر میں سوائے ایک پالتو کتے کے اور کوئی نہیں رہ جاتا تو ناول نگار خاتون اسے ڈرتے ڈرتے ہی سہی مگر اپنے گھر لے اتی ہے اور پالنے پوسنے لگتی ہے۔ یہ بات بتاتی ہے کہ انسانی جذبات کو کسی بھی طرح کے خوف سے کنٹرول کرنا ممکن نہیں ہے۔

کہانی کے دوسرے کرداروں میں ایک بوڑھا شخص ہے جو پہلے ملاح ہوا کرتا تھا اور لوگوں کو جزیرے کے پار لے جایا کرتا تھا، اور اب جب سے کسی کو جزیرے سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے، وہ اپنی کشتی میں گھر بنا کر رہ رہا ہے۔ یہ ایک بے حد دلچسپ کردار ہے۔ جس نے جزیرے کے وہ دن بھی دیکھے ہیں، جب یہاں تمام چیزیں موجود تھیں۔ طرح طرح کے پھل تھے، پھول تھے، لوگوں کو کہیں انے جانے سے روکا نہیں جاتا تھا۔ انہیں اپنی پسند کی چیزیں چننے، انہیں سنبھالنے کی ازادی تھی اور جزیرے پر خوف کا تسلط نہیں تھا۔ اس کردار کے ساتھ میری زبردست ہمدردی رہی ہے۔ مطالعے کے دوران مجھے ہمیشہ یہی محسوس ہوتا رہا ہے کہ میں اس بوڑھے سے اپنے اپ کو زیادہ منسلک کر پا رہا ہوں کیونکہ میں بھی بہت کچھ بدلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ میرے اس پاس بھی چیزیں بہت تیزی سے تبدیل ہو رہی ہیں۔ نئے نئے قانون ارہے ہیں اور ایسا لگتا ہے جیسے ایک دن میں جس جگہ پر رہتا ہوں، اس کا حلیہ بالکل بدل جائے گا اور تب میرا انجام بھی وہی ہوگا جو اس بوڑھے ملاح کا ہوا ہے۔

تیسرا کردار ایک ایڈیٹر ہے۔ یہ اس اشاعتی ادارے کا ایڈیٹر ہے، جو ناول نگار خاتون کے تین ناول شائع کر چکا ہے اور ہر ناول کی نوک پلک کو اسی ایڈیٹر نے سنوارا تھا۔ یہ شادی شدہ شخص ہے اور عمر میں بھی ناول نگار خاتون سے کافی بڑا ہے۔ چونکہ تخلیقی حسوں سے بہت گہرے حد تک جڑا ہوا یہ شخص کچھ بھی بھول سکنے کی شکتی خود میں نہیں پاتا۔ اس لیے اسے تشویش ہوتی ہے کہ بہت جلد میموری پولیس اسے گرفتار کر لے گی اور یا تو وہ کسی کال کوٹھڑی میں سڑ رہا ہوگا یا پھر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ اسی وجہ سے ناول نگار خاتون یہ طے کرتی ہے کہ ایڈیٹر کو جس کا نام 'ار' ہے، وہ اپنے گھر میں چھپا لے گی۔ اس وجہ سے گھر میں تہہ خانے کی شکل کے ایک کمرے کو رہنے کے لائق بنایا جاتا ہے اور اس میں ایڈیٹر کو منتقل کر دیا جاتا ہے۔ اس پوری یوجنا کا ہر حصہ اتنا دلچسپ ہے کہ اپ حیران و پریشان اسے پڑھتے چلے جائیں گے، جیسے کہ ایک سرد علاقے میں، ڈھلتے چڑھتے اندھیروں کے درمیان کسی بوڑھے پیڑ کے کھوکھلے تنے سے جھانک کر اپ یہ سارا منظر دیکھ رہے ہوں۔

میں کہانی کا پلاٹ بتانے لگا، مگر کرداروں سے اس حد تک شناسائی ضروری تھی۔ چلیے اگے کچھ نہیں بتاتا ہوں۔ مگر ناول نگار کے اسلوب کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جہاں تک چیزوں کے غائب ہونے کا سوال ہے۔ یان لیانکے کی اس تقریر سے یہ بات مجھے سمجھ میں اگئی تھی کہ چین اور جاپان کے موضوعات میں بھول جانے یا غائب ہوجانے کا استعارہ بہت اہم ہے۔ وہاں اس موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ میں نے بھی جب تلاش کیا تو ایسی کئی کہانیوں اور ناولوں کے نام ملے جن میں چیزوں کے غائب ہوجانے کا تصور یا انہیں بھلا دیے جانے کی بات بہت حد تک حاوی تھی۔

جاپان کی ایک مشہور کہانی جس کی محض جاپان میں دس لاکھ سے اوپر کاپیاں فروخت ہوئی ہیں، گینکی کاوامورا کی 'اگر دنیا سے بلیاں غائب ہوجائیں' ہے۔ اس پر ایک فلم بھی بن چکی ہے۔ یہ غائب ہونا یہ چیزوں کا ہاتھوں سے پھسل جانا، انہیں بھلا دیا جانا یا جبریہ طور پر چیزوں کو بھولنے پر لوگوں کو مجبور کرنا، انہیں بے حس بنانا۔ یہ سب ہمارے بھی اتنے ہی قریبی موضوعات ہیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ میرے اس پاس کی دنیا کا ہر فرد سخت قسم کا بے حس اور جابر بن چکا ہے تو کچھ غلط نہیں۔ میں بھی اپنے ہی لوگوں میں شامل ہوں، بس تخلیقیت سے جڑے رہنے اور ناولوں کو پڑھنے کے میرے شوق نے مجھے اپنی ہی اس کمزوری سے بہت حد تک اگاہ کیا ہے۔

ہم سب ایک ایسے مستقبل کی طرف بڑھ رہے ہیں، جس کا کوئی ماضی ہی نہیں ہے۔ ہر دن ہمارے رہنے اور جینے کے طریقے بدل رہے ہیں یا بدل دیے جا رہے ہیں۔ مگر ہم اس پر غور تک نہیں کر سکتے کیونکہ رفتار ہمیں اس کا موقع نہیں دے رہی۔ اس بات کے ثبوت میں اپ سے دو خبروں کا ذکر کرتا ہوں۔ میں نے ایک خبر پڑھی جس میں ایک ادمی نے اپنی بیوی کی شرمگاہ کو تانبے کے تار سے سی دیا، کیونکہ اسے شک تھا کہ اس کی بیوی کا کسی اور کے ساتھ تعلق قائم ہوگیا ہے۔ دوسری طرف میں نے ایک ویڈیو دیکھا جس میں ایک اپاہج کو ایک ہٹا کٹا شخص بری طرح پیٹ رہا تھا، اسے مکے مار رہا تھا، اسے اٹھا اٹھا کر پٹخ رہا تھا اور اس پاس کھڑے لوگ گالیاں بک رہے تھے، ویڈیو بنا رہے تھے۔

یقین جانیے کہ میرے اعصاب پر ان دونوں خبروں نے ایک جزوقتی جھٹکے سے زیادہ کوئی گہرا اثر نہیں ڈالا۔ میں ان خبروں کو اسکرول کرتا ہوا اگے بڑھ گیا اور حسیت سے محروم اپنی انکھوں کے جنازے کو کسی خوش کر دینے والی ویڈیو کی دہلیز پر رکھ ایا۔

اب سب کچھ ممکن ہے۔ جس قسم کے ریاستی جبر، میڈیا کی دلالی اور پولیس کے خوف کا ہم شکار ہیں۔ اس کے بعد ہمارے لیے ممکن ہی نہیں کہ کسی بات پر فوراً پریشان ہو کر احتجاج کی اواز بلند کریں۔ اس دباؤ کا اثر یہ ہے کہ اب ہمارے اندرون میں کرپشن کے کیڑے تک سڑنے لگے ہیں۔ ہم خیالوں میں بھی گہرے کرپٹ اور سچائی سے دور بھاگنے والے، اپنی غلطیوں کو قوم پرستی اور ملک پرستی کی چادروں میں چھپانے والے لوگ بن گئے ہیں۔ ہمارے ہر غیر اخلاقی فعل کا ایک اخلاقی جواز ہمارے پاس موجود ہے۔ اور یہ سب ہمیں اسی دنیا نے دیا ہے، جس میں ہم اپنے ماضی اور اپنی یادداشتوں کو دفناتے چلے جانے کے لیے مجبور ہیں۔

غور کیجیے کہ اپ کا جسم بھی ایک جزیرہ ہے اور اس میں غائب ہونے والی معمولی چیزیں ہیں، جن کیغائب ہونے سے اپ سوچتے ہیں کہ کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ اپ ان کے بغیر بھی جی سکتے ہیں اور اچھی طرح جی سکتے ہیں۔ اس اطاعت گزاری کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ دھیرے دھیرے اپ اپنا ذہن، اپنی انکھیں، اپنا ضمیر اور اپنا دل سبھی کچھ کھونے لگتے ہیں۔ اپ کو بتایا جاتا ہے کہ اپ کا کوئی ماضی نہیں ہے، کبھی کوئی ایسی چیز ہوتی ہی نہیں تھی اور اپ اس پر بلاشک و شبہ ایمان لے اتے ہیں۔ اسی لیے اپ سے کہا جاتا ہے کہ جو بات بھی اپ سے کہی جائے اس پر ایمان لائیے، اور اگر اپ ایسا نہیں کریں گے، شک کریں گے، سوال کریں گے تو اپ مجرم ہیں۔ اپ کو اس بات کی سزا دی جائے گی۔ پھر اپ یہی کرتے ہیں۔

پھر اپ کو بتایا جاتا ہے کہ اپ پچھلی کسی بھی چیز کے بغیر اسانی سے جی سکتے ہیں، نوکری پا سکتے ہیں، پیسے کما سکتے ہیں، پیزا اور ڈونٹ کھا سکتے ہیں، گرل فرینڈ بنا سکتے ہیں۔ مگر اپ کس بات پر بولیں گے، کس پر نہیں، کسے دوست سمجھیں گے کسے دشمن، کس کے ساتھ شادی کریں گے، کس کے ساتھ نہیں۔ یہ سب کچھ میموری پولیس طے کرے گی۔ میموری پولیس، یعنی پچھلی یادیں مٹا کر نئی باتیں اپ کے ذہن میں انڈیلنے والی میموری پولیس اور اپ کو اس حد تک غلام بنایا جائے گا کہ جس چیز کو مٹانے کا حکم دیا جائے اپ اسے خود اپنے ہاتھوں سے مٹائیں گے، اس کا نام و نشان مٹا دیں گے، اسے بھول جائیں گے اور پھر اس نقصان پر جشن بھی منائیں گے اور اگلے دن اس طرح جاگیں گے، جیسے اپ نے کچھ کھویا ہی نہیں ہے۔ اور یہ میموری پولیس کوئی اور نہیں، ہر وہ ریاست یا شخص ہے، جو اپ سے کہتی ہے کہ شک مت کرو، پیچھے مت دیکھو، سوال مت کرو، غور مت کرو۔ اس میں سبھی لوگ شامل ہیں، اپ کے والدین بھی، دوست بھی، رشتہ دار بھی، پڑوسی بھی اور تھوڑے بہت خود اپ بھی۔

نئی دنیا یا اگے بڑھتی ہوئی دنیا میں تب تک کوئی برائی نہیں، جب تک وہ اپنے ماضی سے خوف نہ کھائے۔ ایسی دنیا جو کسی بھی طرح کی یاد سے خوف کھاتی ہے، اپنے پرانے طریقوں کو بدلنے میں زیادہ تیزی دکھاتی ہے۔ اس لیے جب کسی نیوز چینل کا اینکر چلا کر کہتا ہے کہ ہندوستان کا ہر مسلمان دہشت گرد ہے تو اسے سننے والا ہندو بھول جاتا ہے کہ وہ پچھلی کئی صدیوں سے اسی ملک میں مسلمانوں کے ساتھ رہ رہا ہے۔ یا جب کوئی مسلمان اپنی مذہبی شناخت کو حوالہ بنا کر اس بات پر اڑ جاتا ہے کہ وہ شادی کے لیا پنے محبوب کا دھرم پریورتن کرا کر رہے گا تو وہ بھول جاتا ہے کہ ابھی کچھ وقت پہلے جب اس نے کسی انسان سے محبت کی تھی تو محض انسان سے کی تھی، اس کی مذہبی شناخت سے نہیں۔

ہم بھلکڑ بنا دیے جا رہے ہیں، کرپٹ بنا دیے جا رہے ہیں اور ہمارے اندر کی کڑواہٹیں اسی لیے گہری ہو رہی ہیں کیونکہ ہم کچھ بھی یاد کرنا نہیں چاہتے۔ نہ اپنی اچھائیاں، نہ برائیاں۔ ہم اپنے اج کے بنائے ہوئے سخت گیر قسم کے اصولوں پر اصرار کرتے ہیں کیونکہ ہم سے ایسا کرنے کے لیے کہا گیا ہے، اسی کے لیے ہماری تربیت کی گئی ہے۔ یہ برسوں کی تربیت کا نتیجہ ہے اس لیے اتنی اسانی سے ہمیں اس کمزوری سے چھٹکارا بھی ملنا مشکل ہے۔ بس ضرورت ہے تو اگاہی کی، اپنی اس کمزوری سے اگاہی کی۔

ہماری نئی سیاست نے پرانے مذہبی انقلابوں سے جو بات سیکھی ہے وہ یہی ہے کہ اج سے پہلے جو کچھ بھی تھا، وہ مٹا دینے اور بھلا دینے لائق ہے، برا ہے اور ہم اتنے کورے ہیں کہ ان باتوں پر یقین کر کے خود ہی تمام پرانے اثار مٹانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

پٹرول سستا ہے۔ مثبت رپورٹنگ

عدنان خان کاکڑ

پیمرا کا 22 مارچ کو نیوز میڈیا کو لکھا گیا ایک خط سامنے آیا ہے۔ خط میں پہلے تو بجا طور پر یاد دلایا گیا ہے کہ حکومت درحقیقت لوگوں کی فلاح کی ذمہ دار ہے۔ پھر یہ بتایا گیا ہے کہ بہت سے ملکوں کے مقابلے میں وہ پٹرول بہت ارزاں نرخوں پر فراہم کرتی ہے۔ نیز میڈیا کو شرمندہ کیا ہے کہ وہ لوگوں کو بتاتا ہی نہیں کہ گزشتہ دو حکومتوں کے مقابلے میں بھی اس کی قیمت کم ہے۔

اس لیے تمام ٹی وی چینلوں اور ایف ایم ریڈیو والوں سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ مناسب تشہیری کمپین لانچ کر کے قوم کو بتائیں کہ پٹرول کی قیمت کم ہے۔ خط میں مصلحت اس حکمت کی بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ یوں پٹرول کی قیمت میں اضافے کے لیے عوام تیار ہو جائیں گے۔

ہماری رائے میں تو واقعی پٹرول کی قیمت اس خطے کے دیگر ممالک سے کم ہے۔ گزشتہ دنوں ایک حکومتی چارٹ بھی نظر سے گزرا تھا جس سے ہمیں علم ہوا ہے کہ ڈالروں میں ہمیں پٹرول خطے کے دیگر ممالک کے مقابلے میں بہت سستا مل رہا ہے۔ بلکہ پٹرول تو اتنا سستا ہو چکا ہے کہ اندیشہ ہے کہ کہیں لوگ پانی کی بجائے پٹرول خود پر انڈیل کر اس سے نہانا نہ شروع کر دیں۔

پہلے تو ہم تمام ٹی وی اور ایف ایم چینلز کی شدید مذمت کرتے ہیں کہ وہ ایک جمہوری حکومت کی تعریف کا حق ادا نہیں کر رہے۔ گزشتہ حکومتیں نہایت کرپٹ تھیں اس لیے اپنے کاموں کی تشہیر کروانے کے لیے اشتہار دیا کرتی تھیں۔ چونکہ یہ حکومت نہایت سمارٹ ہے اس لیے یہ ملک و قوم کے وسیع تر مفاد میں پیسے دیے بغیر اپنے اچھے کاموں کی تشہیر کروا رہی ہے۔ اس بچت پر حکومت کو داد دی جانی چاہیے۔

میڈیا مالکان کو خیال ہی نہیں کہ عوام کا پیسہ ایسے فضول کاموں پر خرچ کرنا بری بات ہے۔ وہ پیسے کے لوبھی ہیں۔ کہتے ہیں کہ حکومت اشتہار نہیں دے گی تو ہم ادارہ بند کر دیں گے، صحافیوں کو تنخواہ نہیں دیں گے، انہیں نکال دیں گے، وغیرہ۔

یہاں رک کر ان صحافیوں اور اینکروں کو بھی شرم دلانی چاہیے جو کثیر مشاہرے لے کر بھی حکومت کی خدمت کا ویسے حق ادا نہیں کر رہے جو واجب ہے۔ لیکن تعجب تو ہمیں کامران خان، صابر شاکر، غلام حسین، عارف بھٹی اور ایسے دیگر حق گو صحافیوں پر ہے کہ وہ اس اہم موضوع کو کیوں نظر انداز کر رہے ہیں۔

جہاں تک مطیع اللہ جان، عمار مسعود، طلعت حسین اور اس قبیل کے دیگر صحافیوں کا تعلق ہے تو ان کے اس حساس معاملے سے دور رہنے میں ہی بہتری ہے۔ ان لوگوں کو پٹرول کی بو پہنچی تو جلتی پر تیل چھڑکنے میں منٹ نہیں لگائیں گے۔ عوام کو یقین دلا دیں گے کہ پٹرول، گیس اور بجلی مہنگے ہو گئے ہیں۔ ساتھ مشورہ بھی دے ڈالیں گے بلکہ پوری سیریز نشر کر دیں گے کہ

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

حکومت یہ سوچے گی کہ

صرف مانع تھی حیا بند قبا کھلنے تلک
پھر تو وہ جان حیا ایسا کھلا ایسا کھلا

شاعری کے معاملے میں ہماری فہم بہت ناقص ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ یہاں درست تلفظ کیا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ ہو

صرف مانع تھی حیا بند قبا کھلنے تلک
پھر تو وہ جان حیا ایسا کُھلا ایسا کُھلا

بہر حال یہ شرپسند صحافی خواہ کھل کر بات کریں یا کُھل کر، انہیں پٹرول سے دور رکھنا ہی مناسب ہے اور قوم کو تندہی سے یقین دلانا چاہیے کہ پٹرول کی قیمت بڑھنے کے باوجود پٹرول سستا ہو رہا ہے۔

آپ کی رائے اور تحریروں کا خیر مقدم

سیاسی، سماجی معاشی موضوعات کے مطلق اپنی مختصر تحریریں، پریس ریلیز ہمیں بھیجیے ہم انہیں اپنے اخبار کی زینت بنائیں گے۔

imroz.ad@gmail.com

whatsapp no :03327971944

ادارہ امروز میڈیا گروپ میں چھپنے والے مضامین / کالم اور تجزیے تحریر کنندگان کا اپنا نظریہ ہوسکتا ہے اس سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں

(ایڈیٹر)

کیا بھارتی فوجی پاکستانی زمین پر فوجی مشقوں میں شریک ہوں گے؟

نصرت جاوید

23 مارچ 2021 کی صبح اُٹھ کر اس دن کے ''نوائے وقت'' میں چھپا یہ کالم سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے کے لئے لیپ ٹاپ کھولنے کے بعد اپنے ٹویٹر اکاؤنٹ پر گیا تو ایک ''خبر'' نے مجھے چونکا دیا۔ مذکورہ خبر بھارت سے چلائی PrintThe کی ویب سائٹ پر موجود تھی۔ بھارت کے ایک محنتی اور نامور صحافی شیکھر گپتا اس ادارے کے مدار المہام ہیں۔ ''انڈین ایکسپریس'' جیسے دھانسو روز نامے کے مدیر رہے ہیں۔ انٹرنیٹ کی ایجاد کے بعد موصوف نے بتدریج دریافت کرلیا کہ پرنٹ صحافت کے دن تمام ہوئے۔ ''اخبار'' اب لیپ ٹاپ اور موبائل فونز پر ہی پڑھے جائیں گے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے فراہم ہوئی ''خبریں'' مگر یاوہ گوئی یا سازشی کہانیوں پر مبنی ہوتی ہیں۔ حکومتی اور سیاسی جماعتیں ایسی ''خبروں'' کو اپنی پسند کے ''بیانیے'' کو فروغ دینے کے لئے ''ایجاد'' بھی کرتی ہیں۔ شیکھر نے نہایت لگن اور سنجیدگی سے نوجوان صحافیوں پر مشتمل ایک ٹیم بنائی۔ انہیں روایتی صحافت کے اصولوں کی کامل پاسداری کرتے ہوئے خبروں کی تلاش میں لگا دیا۔ ان سب کی محنت سے بالآخر PrintThe اب ایسا ادارہ بن چکا ہے جو سوشل میڈیا کے تقاضوں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے بھی روایتی صحافت کے بنیادی اصولوں کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔

بہرحال جس خبر نے مجھے چونکا دیا وہ اس ادارے کے لئے دفاعی امور سے متعلق رپورٹنگ کرنے والے AlexSnehesh Philip نے لکھی تھی۔ اس میں دعویٰ ہوا کہ اس برس کے اخری مہینوں میں ایک ''تاریخی'' واقعہ ہوسکتا ہے۔ ہمارے یار چین کی پیش قدمی سے رواں صدی کے اغاز میں ایک تنظیم کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ شنگھائی تنظیم برائے تعاون (SCO) اس کا نام ہے۔ بنیادی مقصد اس تنظیم کا روس اور چین کو وسطی ایشیاء□ کے دیگر ممالک کے ساتھ ایک متحرک اتحاد کی صورت جمع کرنا تھا۔ پاکستان اور بھارت کو جغرافیائی قربت اور تاریخی رابطوں کی وجہ سے اس تنظیم کے ابتدائی اجلاسوں میں بطور ''مبصر'' مدعو کیا جاتا رہا۔ بعدازاں یہ دونوں ملک مذکورہ تنظیم کے باقاعدہ رکن بھی تسلیم کرلئے گئے۔

''دہشت گردی'' نے SCO کو بھی پریشان کر رکھا تھا۔ اس سے نبردآزما ہونے کے لئے فیصلہ ہوا کہ اس تنظیم کے تمام رکن ممالک اپنے دفاعی اور قومی سلامتی سے متعلق اداروں کی صلاحیتوں کو دہشت گردی کے مقابلے کے لئے یکجا کرنے کا بندوبست تلاش کریں۔ اس بندوبست کو بار آور بنانے کے لئے رکن ممالک کی افواج مشترکہ مشقوں میں بھی حصہ لیتی رہیں۔ 2018 میں بھی ایسی ہی ایک مشق ہوئی تھی جس میں جنوبی ایشیاء□ کے دو ازلی دشمنوں کے فوجی دستے بھی شامل ہوئے تھے۔ اس مشق کے دوران پاکستان اور بھارت کے جوانوں نے بھنگڑا نما رقص بھی کیا تھا جو سوشل میڈیا پر بہت وائرل ہوا۔

تمہید میں وقت ضائع کرنے کے بجائے اب 23 مارچ 2021 کی صبح چھپی خبر کی جانب لوٹتے ہیں۔ ''دی پرنٹ'' کے رپورٹر کا دعویٰ ہے کہ رواں برس کے اخری مہینوں میں SCO والے بندوبست کے تحت پاکستان کی سرزمین پر اس تنظیم کے رکن ممالک کی افواج مشترکہ مشقوں میں حصہ لیں گی۔ بھارت کی بری، بحری اور فضائی افواج کے دستے اس میں شامل ہوکر ''تاریخ'' بناسکتے ہیں۔ پاکستان کی سرزمین پر بھارت سے ائے فوجی دستوں کا جنگی مشقوں میں حصہ لینا واقعتاً ''تاریخ'' بناسکتا ہے۔ میں اس خبر پر اعتبار کرنے کو تاہم آمادہ نہیں ہوا۔

5 اگست 2019 کے دن سے مودی سرکار مقبوضہ کشمیر پر جو عذاب مسلط کئے ہوئے ہے اس کے ہوتے ہوئے مجھے ذاتی طور پر ایسی ''تاریخ'' رونما ہونے کی امید نہیں تھی۔ مذکورہ ''خبر'' دینے والے رپورٹر کا لیکن دعویٰ یہ بھی تھا کہ پاکستان کی سرزمین پر طے ہوئی مشقوں کی ''خبر'' درحقیقت ہمارے یار چین کی سرکاری طور پر چلائی خبر رساں ایجنسی نے دی ہے۔ چینی ایجنسی ہی نے یہ بھی انکشاف کیا کہ ممکنہ مشقوں کا فیصلہ فروری 2021 کے اخری ہفتے کے دوران ازبکستان کے تاریخی شہر تاشقند میں ہوئے SCO کی ایک ذیلی تنظیم کے اجلاس میں ہوا ہے۔ پاکستان کے علاوہ چین، روس، کرغزستان، تاجکستان، بھارت اور ازبکستان کے نمائندے بھی اس اجلاس میں شریک ہوئے تھے۔

پاکستان کی سرزمین پر SCO کے زیراہتمام جس جنگی مشق کا فیصلہ ہوا ہے اسے Pabbi 2021 Terror Anti کا عنوان دیا گیا ہے۔ پبی ہمارے خیبرپختونخواہ کے نوشہرہ کے قریب ایک مشہور مقام ہے۔ جنرل راحیل شریف جب پاک فوج کے سربراہ تھے تو وہاں TerrorismAntiNational (NATC)Center نامی ادارہ بنایا گیا تھا۔ اس کی بدولت فراہم ہوئی تربیت نے پاک فوج کو فاٹا اور سوات میں دہشت گردی کا قلع قمع کرنے کے لئے تیار کیا۔ 2021 کے اخری مہینوں کے لئے تجویز کردہ مشق کا عنوان ایک حوالے سے NATC کی قابل رشک کامیابی کا اعتراف بھی تصور کیا جاسکتا ہے۔

چینی ایجنسی میں شائع ہوئی خبر دیکھنے کے بعد ''دی پرنٹ'' کے رپورٹر نے تصدیق کے لئے بھارت کے دفاعی اداروں سے رابطہ کیا۔ اسے بتایا گیا کہ پاکستان کی سرزمین پر SCO کے تحت مشترکہ جنگی مشقوں کا فیصلہ تو یقیناً ہوا ہے۔ بھارت نے مگر ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کیا کہ اس کے فوجی دستے مجوزہ مشق میں شریک ہوں گے یا نہیں۔ یاد رہے کہ گزشتہ برس کے اختتام میں ایسی ہی ایک مشق روس میں بھی ہوئی تھی۔ روس کیساتھ ہمارے پرانے تعلقات ہوتے ہوئے بھی بھارت کے فوجی دستوں نے کھل کر اس میں حصہ نہیں لیا۔ لداخ کے محاذ پر چین کے ساتھ رونما ہوئی سنگین کشیدگی اس کی عدم شرکت کی وجہ بتائی گئی۔ پاکستان کے ساتھ بھارت کے ان دنوں ویسی کشیدگی موجود نہیں۔ چند ہفتے قبل بلکہ دونوں ممالک نے یہ اعلان کرتے ہوئے ہم سب کو حیران کردیا کہ کشمیر کی سرحد پر قائم لائن اف کنٹرول پر سیز فائر کے اس معاہدے کا کامل احترام ہوگا جو 2003 کے اغاز میں واجپائی اور جنرل مشرف کے درمیان طے ہوا تھا۔ پاکستان اور بھارت کے تعلقات پر نگاہ رکھنے والے یہ نہیں لگا پائے کہ فروری 2021 کے اخری ایام میں ہوا یہ اعلان کیسے مرتب ہوا۔ ہمیں جبلی تجربہ ہے کہ ہمیں رپورٹروں کو یہ سوچنے کو مجبور کرتا ہے کہ ایسے اعلان ''اچانک'' نہیں ہوا کرتے۔ بیک ڈور ڈپلومیسی یا خفیہ سفارت کاری کے نام پر ہوئی ملاقاتوں کا طویل سلسلہ ایسے اعلان کا حقیقی سبب ہوا کرتا ہے۔

خفیہ سفارت کاری کا ذکر چلا تو اندازہ یہ بھی لگایا گیا کہ پاک-بھارت تعلقات کو معمول پر لانے کی کاوشیں طویل وقفے کے بعد دوبارہ شروع ہوگئی ہیں۔ ''سیز فائر'' والا اعلان بیک ڈور ڈپلومیسی کی بدولت طے ہوئے بندوبست کا محض اغاز ہے۔ مذکورہ قیافے کو گویا درست ثابت کرنے کے لئے چند دن قبل اسلام اباد میں دفاعی امور پر نگاہ رکھنے والے تھنک ٹینکس کی ایک کانفرنس کا انعقاد بھی ہوا۔ وزیراعظم عمران خان صاحب کے بعد ہمارے ارمی چیف جنرل قمر جاوید باجوہ صاحب نے بھی اس سے خطاب کیا اور اس کے ذریعے ماضی کو بھلا کر اگے بڑھنے کا پیغام دیتے ہوئے ہمیں مزید حیران کردیا۔

اس خطاب کے بعد خبر یہ بھی ائی کہ 30 مارچ کے روز سے تاجکستان کے شہر دوشنبہ میں جو علاقائی کانفرنس ہونا ہے اس کے دوران پاکستان اور بھارت کے وزرائے خارجہ دوطرفہ ملاقات بھی کرسکتے ہیں۔ اس ملاقات کے بعد ان دو ممالک کے سفیر اسلام اباد اور نئی دہلی میں اپنے منصب پر واپس لوٹ ائیں گے۔ 2019 سے ان شہروں میں قائم سفارت خانے ان کی عدم موجودگی میں کام کررہے ہیں جو سفارتی تعلقات میں کشیدگی کی علامت تصور ہوتے ہیں۔

خفیہ سفارت کاری کے ذریعے پاک-بھارت تعلقات کو معمول پر لانے کا جو بندوبست ہورہا ہے صحافیوں نے اپنے لئے فرض کرلیا ہے کہ اس کی ''تصدیق'' بھارتی وزیراعظم کی جانب سے ہوئی ہے کیونکہ ایک ٹویٹ کے ذریعے جو موصوف نے اپنے پاکستانی ہم منصب کو کرونا سے جلد از جلد شفایابی کی تمنا کے اظہار کے لئے لکھا تھا۔ 23 مارچ کے دن نریندر مودی نے عمران خان صاحب کو ایک خط بھی لکھ دیا ہے۔ اس کے ذریعے پاک-بھارت تعلقات میں بہتری لانے کی خواہش کا اظہار ہوا۔ ہمارے ایک بہت ہی طاقتور اور بااثر وفاقی وزیر جناب اسد عمر صاحب نے ایک ٹویٹ کے ذریعے مذکورہ خط میں بیان ہوئی خواہش کا گرمجوش خیرمقدم کیا ہے۔

مذکورہ بالا واقعات کے باوجود میں دو ٹکے کا رپورٹر ہوتے ہوئے بھی اپنے خدشات کا اظہار کرنے کو مجبور محسوس کررہا ہوں کہ تمام تر مثبت اشاروں کے ہوتے ہوئے بھی ابھی وہ وقت نہیں ایا ہے کہ بھارت کے فوجی دستے پاکستان کی سرزمین پر ہونے والی کسی جنگی مشق میں شامل ہوکر ''تاریخ'' بنائیں۔

مریم نواز شریف کو یہ بات سمجھنی چاہیے!

احمد اعجاز

میاں نواز شریف کی بیٹی مریم نواز اور اصف علی زرداری کا بیٹا بلاول بھٹو زرداری، میدانِ سیاست میں ہیں۔ اصف علی زرداری کہتے ہیں کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے (یعنی کوئی خطرہ مول نہیں لیا جاسکتا) جبکہ مریم نواز کہتی ہے کہ میرے والد اگر واپس اتے ہیں تو اُن کی جان کو یہاں خطرہ ہے۔ اصف علی زرداری اور اُن کی پارٹی مریم نواز کے خدشات کے جواب میں برملا کہتی ہے کہ سیاست کرنی ہے تو پھر جیلوں میں جانا پڑے گا اور زندگیوں کو خطرے میں ڈالنا پڑے گا۔ لیکن دوسری طرف اصف علی زرداری کہتے ہیں کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے (مَیں خطرہ کیوں مول لوں)۔

دوہزار اٹھارہ کے عام انتخابات کے بعد کے سیاسی منظر نامہ میں اصف علی زرداری کے اندازِ سیاست میں تضادات زیادہ نمایاں ہوکر سامنے ائے ہیں۔ ایک طرف وہ کہتے ہیں کہ اسٹیبلشمنٹ کے خلاف جدوجہد جمہوری اداروں کے استحکام کے لیے ہونی چاہیے، جبکہ دوسری طرف دوہزار اٹھارہ کے عام انتخابات سے قبل بلوچستان میں مسلم لیگ ن کی حکومت کا خاتمہ کروانے میں غیر جمہوری کردار ادا کرتے ہیں اور سینیٹ چیئرمین شپ کے لیے رضا ربانی کی جگہ صادق سنجرانی کو فوقیت دیتے ہیں۔

اسی وجہ سے دوہزار اٹھارہ کے عام انتخابات سے ذرا قبل اور بعدازاں موجودہ صورتِ حال تک پیپلز پارٹی کی سیاست بہ حیثیت مجموعی مبہم رہی ہے، ایک طرف پی پی پی، عمران خان کو سلیکٹڈ کہتی ہے تو دوسری طرف اپنے لیے سپیس کی غیر جمہوری مساعی بھی کرتی پائی جاتی ہے۔ جبکہ اسی عرصہ میں مسلم لیگ ن کا سیاسی کردار بہت واضح اور کھلم کھلا طریقے سے سامنے ایا ہے۔ لیکن المیہ دیکھیں کہ جب پی ایم ایل این خود کو موجودہ سیاسی منظر نامے میں اینٹی اسٹیبلشمنٹ کہتی ہے تو اِن کی سیاست کا ماضی پوری توانائی کے ساتھ سامنے اکھڑا ہوتا ہے۔

اسی طرح پاکستان پیپلز پارٹی جب یہ کہتی ہے کہ وہ ماضی میں اسٹیبلشمنٹ کا کبھی حصہ نہیں رہی تو اِن کا حال اڑے اجاتا ہے۔ ایک جماعت کے لیے ماضی عذاب کی صورت اختیار کرچکا ہے تو دوسری کو حال ہی قبول نہیں کررہا۔ لیکن میاں نواز شریف اور اصف علی زرداری کے بچوں کی سیاست پر نظر ڈالی جائے تو بلاشبہ مریم نواز شریف نے سیاسی سطح پر بڑے پیمانے پر متاثر کیا ہے، جبکہ بلاول بھٹو زرداری کا سیاسی تاثر نہ ہونے کے برابر ہے۔ بلاول بھٹو زرداری کو اپنی تقریر اور سیاسی اختیارات پر قابو نہیں، سیاسی طور پر اہم فیصلے اج بھی اصف علی زرداری کرتے پائے جاتے ہیں اور جہاں تک بلاول کی تقریروں کا معاملہ ہے تو یہ دوہزار اٹھارہ سے اج تک ایک ہی تقریر کررہے ہیں، حالانکہ اِن کی تقریر کا اہنگ بہت بلند مگر دائرہ اثر محدود ہے۔

دوسری طرف مریم نواز شریف فیصلے کرنے میں ایک حد تک ازاد ہیں۔ حالانکہ اِن کی ازادی پر کئی پہرے ہیں، یعنی کہ میاں نواز شریف، شہباز شریف اور حمزہ شہباز موجود ہیں، یہ لوگ مریم کی ازادانہ سیاست میں رکاوٹ ڈال سکتے ہیں، لیکن بلاول کا معاملہ مختلف ہے۔ بلاول پر ماسوا اصف علی زرداری کے کوئی پہرا نہیں۔ لیکن اصف علی زرداری اپنے بیٹے کو ازادانہ سیاسی فیصلے کرنے میں چھوٹ نہیں دے رہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بلاول بھٹو زرداری تاحال پوری طرح سامنے نہیں اسکے۔

سیاست اگر عوام سے جڑے رہنے کا نام ہے تو پیپلز پارٹی کا سماجی دائرہ سکڑتا چلا جارہا ہے۔ اس جماعت سے وابستہ پنجاب کے اہم رہنما، اپنی اپنی سیٹ نکالنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہوچکے اور ہورہے ہیں جبکہ نئی کھیپ بھی تیار نہیں ملتی۔ سندھ میں بھی اِن کیلئے کئی چیلنجز پیدا ہوچکے ہیں، شاید یہی وجہ ہے کہ پیپلز پارٹی ماضی کے اندازِ سیاست سے منہ موڑتی پائی جارہی ہے، جتنا اس جماعت کے پاس اسٹیک ہے، اُتنا ہی خطرہ مول لینے کی پالیسی اختیار کی جارہی ہے۔

اگر پی ڈی ایم کے پلیٹ فارم پر پی پی پی استعفے دینے کا فیصلہ کرتی تو کیا استعفوں کے بعد کی صورتِ حال میں یہ پاکستان تحریک انصاف کے خود کو متبادل کے طور پر لاسکتی تھی؟ یقینی طور پر ایسا بالکل نہیں، البتہ پاکستان مسلم لیگ ن، تحریکِ انصاف کے متبادل کے طور پر خود کو تیار سمجھتی ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر پاکستان پیپلز پارٹی خواہ مخواہ کا تردّد کیوں کرے اور خطرہ کیوں مول لے؟

پی ایم ایل این کی خوش قسمتی ہے کہ یہ پنجاب کی سب سے بڑی سیاسی جماعت ہے۔ مگر یہ اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہے کہ پنجاب میں لڑی جانے والی جنگ اس نے تنہا لڑنی ہے اور اِس کے پاس سپاہیوں کی کمی بھی نہیں۔ اگلا انتخابی عمل پی ایم ایل این کا اصل امتحان ہوگا۔ اس امتحان کی تیاری تو خوب ہے، لیکن ساری تیاری دھری کی دھری رہ سکتی ہے اگر اس کو کسی ڈسپلن میں نہیں لایا جاتا۔

اگر اگلے انتخابی امتحان میں پی ایم ایل این کامیاب نہیں ہوتی تو پھر یہ پی پی پی کی طرح محدود ہوکر رہ جائے گی، پی پی پی کی صوبے کی دیہی ثقافت پر اجارہ داری تو رہے گی، لیکن پی ایم ایل این شاید چند شہروں تک ہی محدود ہوکر رہ جائے۔

میاں نواز شریف اور ان کی بیٹی اپنی جماعت کو اینٹی اسٹیبلشمنٹ تاثر کی حامل جماعت تو بنا چکے ہیں، رہا ماضی کا تاثر تو یہ امدہ انتخابی معرکے میں دم توڑ سکتا ہے لیکن مسئلہ پی پی پی کا ہے، پی پی پی اگر مستقبل میں بلاول بھٹو زرداری کو وزیرِ اعظم دیکھنا چاہتی ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ پنجاب میں پی ایم ایل این کی سیاست کو محدود کردیا جائے اور یہ اس جماعت کے اپنے تئیں کا معاملہ نہیں۔

یہ ایسا پی ٹی ائی کے ساتھ یا پھر غیر سیاسی قوتوں کے ساتھ مل کر ہی کرسکتی ہے۔ پیپلز پارٹی اور پی ٹی ائی کے باہم اتحاد میں پی پی پی کو سیاسی فائدہ تو ہوسکتا ہے، لیکن اگر یہ پی ایم ایل این کے ساتھ اتحاد کو جاری رکھتی ہے تو اس میں کوئی بڑا فائدہ نہیں۔ مریم نواز شریف کو یہ بات سمجھ ا جانی چاہیے۔

بقیہ 1

برس قبل لانچ کیا گیا تھا۔ پب جی موبائل کے ڈاؤن لوڈز کے حالیہ اعداد وشمار کے بعد یہ اب کلو گیمز کے سب وے سرفر اور کنگ ڈیجیٹل انٹرٹینمنٹ کے کینڈی کرش ساگا سے پیچھے رہ گیا ہے۔ ڈیٹا اینالیٹکس فرم سینسر ٹاور کے مطابق مذکورہ دونوں گیمز کھیلنے میں آسان ہیں اور لوگوں کی بہت بڑی تعداد انہیں پسند کرتی ہے۔ نیکو پارٹنرز کے تجزیہ کار نے کہا کہ پب جی موبائل کے ایک ارب ڈاؤن لوڈز کا مطلب ہے کہ اس جیسے دیگر گیمز بھی اسی جگہ پہنچ سکتے ہیں۔ ٹینسینٹ جو ریونیو کے لحاظ سے دنیا کی سب سے بڑی ویڈیو گیمز کمپنی ہے جس کا چین میں اسی طرح ایک اور گیم ہے جو پیس کیپر ایلیٹ کہلاتا ہے۔ یہ اعلان ایک ایسے وقت میں آگیا ہے جب ٹینسینٹ کمپنی نے اعلان کیا تھا کہ چوتھی سہ ماہی میں ان کے آن لائن گیمز ریونیو میں 29 فیصد اضافہ ہوا جس کی وجہ سے چین اور بین الاقوامی مارکیٹس میں ویڈیو گیمز کھیلنے والے صارفین کی تعداد میں اضافہ ہے۔ کمپنی کے مطابق ان کے 2 ہٹ گیمز آنر آف کنگز اور پب جی موبائل، اسی سہ ماہی میں چین اور بین الاقوامی مارکیٹس میں بالترتیب ٹاپ رینکنگز میں رہے۔

بقیہ 2

بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ان کا مقصد سعودی عرب میں سڑکوں پر ٹریفک حادثات کے تناسب کو صفر پر لانا اور اموات کی روک تھام کرنا ہے۔ گذشتہ ایک سال کے دوران سڑکوں پر حفاظتی اقدامات کے نتیجے میں ٹریفک حادثات میں 21 فی صد اور جانی نقصان کے خطرات میں 20 فی صد کم کرنے میں مدد ملی۔ وزارت ٹرانسپورٹ کا کہنا تھا کہ سعودی عرب میں بچھے سڑکوں کے جال پر 4 لاکھ 47 ہزار کلومیٹر سڑکوں پر زمینی نشانات لگائے گئے۔ اسمارٹ سسٹم کے ذریعے حادثات کے بارے میں معلومات کا نظام قائم کیا گیا۔ اسی سیاق میں سعودی عرب کے نائب وزیر برائے ٹرانسپورٹ بدر الدلامی نے کہا کہ وزارت نے گذشتہ چند دھائیوں کے دوران مملکت میں 73 ہزار کلو میٹر سڑکیں تعمیر کی ہیں۔ ان میں ایکسپریس ویز، ڈبل روڈ اور سنگ روڈ شامل ہیں۔ گذشتہ سال وزارت ٹرانسپورٹ نے 2 ہزار کلومیٹر نئی سڑکوں کی تعمیر کا افتتاح کیا جس کے بعد مملکت میں پکی سڑکوں کی لمبائی 75 ہزار کلومیٹر تک پہنچ گئی ہے جب کہ کچی سڑکوں سمیت مجموعی سڑکوں کی لمبائی ڈیڑھ لاکھ کلومیٹر تک بنتی ہے۔

بقیہ 3

دارالحکومت کے اسپتالوں میں آکسیجن کی قلت بھی ہے۔ دمشق میں کرونا مریضوں کے لیے آکسیجن کی کمی کی خبریں ایک ایسے وقت میں سامنے آئی ہیں جب دوسری طرف اطلاعات ہیں اسد رجیم نے اپنے شہریوں کو وبا سے بچانے میں مدد فراہم کرنے کے بجائے آکسیجن کی وافر مقدار لبنان کو منتقل کرنا شروع کی ہے۔ لبنانی وزیر صحت حمد حسن جن کا تعلق شیعہ ملیشیا حزب اللہ سے ہے، نے آکسیجن کی فراہمی پر اسد رجیم کا شکریہ ادا کیا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ شامی حکومت نے کرونا وبا سے بچاؤ میں مدد کے لیے لبنان کو آکسیجن فراہم کرکے لبنان کو وبا سے بچا لیا ہے۔ احمد حسن کا کہنا تھا کہ شام نے موجودہ وبا کے دنوں میں بیروت کو 25 ہزار ٹن آکسیجن فراہم کی ہے۔ انہوں نے یہ بیان دمشق کے دورے کے دوران دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ شام کے صدر بشار الاسد نے بیروت کو 25 ہزار ٹن آکسیجن فراہم کرنے کی یقین دہانی کرائی ہے۔

بقیہ 4

دی ہے۔ عالمی برادری نے سعودی عرب کے اقدام کو سراہا ہے۔

بقیہ 5

متعدد دریا عراق میں گرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تہران اور بغداد کے درمیان بھی تنازع موجود ہے اسی طرح افغانستان سے پھوٹنے والے دریا ایران میں گرتے ہیں اور ان دونوں پڑوسی ملکوں کے درمیان بھی تنازعات ہیں۔

بقیہ 6

کی ہے۔ امریکا نے افغانستان سے تمام غیر ملکی فوجیوں کے انخلا کے بعد ایک عبوری حکومت کے قیام کی تجویز پیش کی تھی جس میں طالبان کے بھی نمائندے شامل ہوں۔ روس نے بھی اس تجویز کی حمایت کا اظہار کیا تھا۔ افغانستان کے ایک سینئر عہدہ دار نے فرانسیسی خبر رساں ایجنسی سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ حکومت قبل از انتخابات کے ایک منصوبہ کے ساتھ ترکی جائے گی۔ یہ افغانستان کے مستقبل کے لیے ایک منصفانہ پلان ہے۔ لیکن طالبان نے صدر اشرف غنی کی اس تجویز کو فوری طور پر مسترد کردیا۔ طالبان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے کہا کہ ماضی میں اس طرح کے عملوں (انتخابات) سے ملک مختلف بحرانوں کے کنارے جا کھڑا ہوا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اب وہ ایک ایسے عمل کے بارے میں گفتگو کررہے ہیں جو ہمیشہ سے اسکینڈل پر مبنی رہا ہے۔ ملک کے مستقبل کے بارے میں کوئی بھی فیصلہ دونوں فریقوں کے درمیان دوحہ میں جاری مذاکرات میں ہونا چاہیے۔ ہم ایسے انتخابات کی حمایت نہیں کریں گے۔ امریکا، روس اور تنازع دوسرے فریق افغانستان میں ایک عبوری حکومت کا قیام چاہتے ہیں جبکہ صدر اشرف غنی کا کہنا تھا کہ اقتدار ایک منتخب حکومت ہی کے حوالے ہونا چاہیے، اس لیے وہ نئے انتخابات پر زور دے رہے ہیں۔ دوسری جانب طالبان کے شریک بانی اور ڈپٹی لیڈر ملا عبدالغنی برادر نے گذشتہ ہفتے ماسکو میں منعقدہ ایک کانفرنس میں گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا کہ افغانوں کو اپنی قسمت کا فیصلہ خود کرنے دیا جائے۔ امریکا طالبان کے ساتھ گذشتہ سال فروری میں دوحہ میں طے شدہ سمجھوتے کے تحت افغانستان سے یکم مئی تک اپنے تمام فوجیوں کو بلانے کا پابند ہے۔ تاہم صدر جو بائیڈن نے اسی ماہ کے اوائل میں کہا تھا کہ اس ڈیڈلائن پر پورا اترنا مشکل نظر آرہا ہے۔ اس سمجھوتے کے تحت افغان حکومت اور طالبان گذشتہ سال ستمبر سے دوحہ میں مذاکرات کررہے ہیں۔ ان میں مستقبل میں ملک کا نظم ونسق چلانے کے لیے نظام وضع کیا جائے گا لیکن ابھی تک اس بات چیت میں اس ضمن میں کوئی نمایاں پیش رفت نہیں ہوسکی ہے۔ طالبان کے مذکورہ ردعمل سے چندے قبل ہی امریکی وزیر خارجہ انتونی بلینکن نے نیٹو کے ایک اجلاس میں بتایا ہے کہ واشنگٹن ابھی اس امر پر غور کررہا ہے کہ آیا اس کے فوجیوں کو یکم مئی کی ڈیڈلائن سے قبل جنگ زدہ ملک سے واپس بلا لیا جائے یا نہیں۔

بقیہ 7

سنبھالنے کے بعد اپنے پہلے دورہ یورپ میں اپنے یورپی ہم منصبوں سے ملاقات میں امریکی وزیر خارجہ نے چین، روس، ایران کے ساتھ جوہری معاہدے اور یکم مئی کو ختم ہونے والی افغانستان سے فوج کے انخلا کی مہلت سمیت اہم امور پر تبادلہ خیال کیا۔ نیٹو ہیڈ کوارٹر میں خطاب کرتے ہوئے امریکی وزیر خارجہ کا کہنا تھا کہ امریکا چین کے معاملے پر ''ہم یا وہ'' کا رویہ اختیار نہیں کرے گا اور اتحادیوں پر کسی ایک کی طرف داری کے لیے زور نہیں دے گا۔ انہوں نے کہا اتحادی ممالک جہاں ممکن ہو چین کے ساتھ کام کرسکتے ہیں تاہم بائیڈن حکومت چین کو عسکری اور فوجی اعتبار سے مغرب کے لیے خطرہ تصور کرتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ چین دوسری عالمی جنگ کے بعد تجارت بین الاقوامی توازن بگاڑ رہا ہے۔ وہ اس بین الاقوامی نظام کو کمزور کرنے کے درپے ہے جس سے ہمارا اور ہمارے اتحادیوں کا مفاد وابستہ ہے۔ امریکی وزیر خارجہ نے کہا کہ اگر ہم عالمی توازن کے اپنے مثبت وژن کو حقیقت بنانے میں کامیاب رہے تو مقابلے کے میدان میں چین کو پیچھے چھوڑ سکتے ہیں۔

بقیہ 8

رپورٹ ہوئے، برازیل میں کورونا وائرس سے ہونے والی اموات 3 لاکھ سے تجاوز کرگئی ہیں۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق اسرائیل کی نصف سے زائد آبادی کو کورونا ویکسین کی دونوں خوراکیں لگادی گئی ہیں۔ دوسری جانب جرمنی میں جنوری کے بعد سے کورونا وائرس کے ریکارڈ 23 ہزار نئے متاثرین رپورٹ ہوئے ہیں۔

بقیہ 9

تعاون کے فروغ سے متعلق بات چیت کی۔ اس کے علاوہ انھوں نے علاقائی اور عالمی سطح پر ہونے والی حالیہ پیش رفت، سلامتی اور استحکام کے لیے دوطرفہ تعاون کو بڑھانے سمیت دلچسپی کے مختلف امور پر گفتگو کی ہے۔ چینی وزیر خارجہ نے سعودی ولی عہد کو صدر شی جین پنگ کا نیک خواہشات پر مبنی پیغام پہنچایا ہے۔ قبل ازیں جب وہ سعودی عرب کے دورے پر پہنچے تو شہزادہ محمد بن سلمان نے ان کا خیرمقدم کیا۔ ملاقات میں سعودی وزیر خارجہ شہزادہ فیصل بن فرحان، وزیر مملکت اور وزارتی کونسل کے رکن ڈاکٹر مساعد بن محمد العیبان، الریاض میں متعین چینی سفیر چن ویچینگ اور چین کے نائب وزیر خارجہ ڈینگ لی بھی موجود تھے۔

بقیہ 10

ہونی چاہیے۔ بھارتی وزیر نے مساجد میں آذان سے متعلق بھی غیر مناسب زبان استعمال کرتے ہوئے کہا کہ لاؤڈ اسپیکرز کی وجہ سے نہ صرف آس پاس کے تعلیمی اداروں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ مجھے بھی عبادت اور دیگر کاموں کے دوران پریشانی ہوتی ہے۔

بقیہ 11

نے علاقے کو گھیرے میں لے کر سرچ آپریشن شروع کردیا ہے تاہم کسی شخص کی گرفتاری عمل میں نہیں لائی گئی۔ زخمی ہونے والے اہلکار کو اسپتال منتقل کردیا گیا ہے۔ دوسری طرف اسرائیلی فوج نے دعویٰ کیا ہے کہ فوجی اہلکار کو ٹکر مارنے والی گاڑی پر اسلحہ بھی دیکھا گیا ہے۔ خیال رہے کہ مغربی بیت المقدس میں گذشتہ فروری کے بعد سے اب تک فلسطینیوں کے ساتھ جھڑپوں میں 23 اسرائیلی فوجی زخمی ہوچکے ہیں۔

بقیہ 12

سے مقیم جماعت کے سرکردہ رہنما ڈاکٹر محمد الخضری کو بنیادی انسانی حقوق اور طبی سہولیات سے محروم رکھا گیا ہے جس کے نتیجے میں ان کی زندگی تشویشناک مرحلے میں داخل ہوچکی ہے۔ حماس کے ترجمان کا کہنا تھا کہ 83 سالہ الخضری سعودی جیل میں قید کیے جانے کے بعد کئی نئی طبی پیچیدگیوں کا شکار ہوئے ہیں۔ وہ کینسر کے مرض کا شکار ہونے کے ساتھ ساتھ امراض قلب کا بھی شکار ہیں۔ حماس کے ترجمان کا کہنا تھا کہ ڈاکٹر الخضری دائمی امراض کا شکار ہیں اور انہیں جیل میں معاشی دشواریوں اور صحت کے بدترین مسائل کا سامنا ہے۔ انہیں بنیادی انسانی حقوق اور طبی سہولیات سے محروم رکھا گیا ہے۔ ترجمان نے کہا کہ ڈاکٹر الخضری پر کسی جرم کے ارتکاب کا الزام عاید نہیں کیا گیا اور اس کے باوجود انہیں مسلسل پابند سلاسل رکھا گیا ہے۔ حماس کے ترجمان نے ڈاکٹر الخضری، ان کے بیٹے ھانی الخضری اور دیگر فلسطینی قیدیوں کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا۔

بقیہ 13

صوبہ ہلمند کے اضلاع ارغنداب اور میوانڈ میں طالبان کے ٹھکانوں کو حملوں کا نشانہ بنایا۔ حملوں میں بارہ طالبان ہلاک جبکہ پانچ زخمی ہوگئے۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ آپریشنز کے دوران سیکیورٹی فورسز نے بچپن اینٹی وہیکل مائنز اور دھماکہ خیز آلات بھی ناکارہ بنائے۔ آپریشن کے دوران کوئی فوجی ہلاک یا زخمی نہیں ہوا۔

بقیہ 14

جانے والے اس مطالبے کو مسترد کردیا ہے کہ وہ کورونا لاک ڈاؤن سے متعلق اپنے ایک بیان پر پیدا ہونے والی غلط فہمی کے تناظر میں 'اعتماد کا ووٹ' حاصل کریں۔ چانسلر میرکل نے 'اے آر ڈی' ٹیلی ویژن پر خصوصی نشریات میں اس بارے میں کہا کہ وہ اپنے بیان پر لوگوں سے معافی مانگ چکی ہیں اور اب 'اعتماد کے ووٹ' کا کوئی جواز ہی نہیں بنتا۔ میرکل نے کہا کہ انہیں پوری وفاقی حکومت اور پارلیمنٹ کی حمایت حاصل ہے۔ گزشتہ روز زبردست تنقید کے بعد چانسلر میرکل نے ایسٹر کے تہوار کے دنوں میں سخت تر لاک ڈاؤن کا فیصلہ واپس لے لیا تھا۔ یہ سخت تر لاک ڈاؤن یکم اپریل سے لے کر پانچ اپریل تک نافذ رکھنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

بقیہ 15

فلیٹ کو مسمار کرڈالا۔ ذرائع کا کہنا تھا کہ مکان مسماری کی کارروائی کے دوران فلسطینیوں کی بڑی تعداد وہاں جمع ہوگئی اور انہوں نے مکانات کی مسماری کے نسل پرستانہ طرز عمل کے خلاف نعرے بازی کی۔ قابض فوج نے فلسطینی مظاہرین کو منتشر کرنے کے لیے ان پر لاٹھی چارج کیا اور ان پر طاقت کا استعمال کیا گیا جس کے نتیجے میں متعدد شہری زخمی ہوگئے۔ خیال رہے کہ شعفاط کیمپ جسے عناتا کیمپ بھی قرار دیا جاتا ہے عناتا اور شعفاط قصبوں کی 200 دونم اراضی پر تعمیر کیا گیا۔

بقیہ 16

اخبار گارجین نے رپورٹ میں کہا تھا کہ جنوری 2020 میں جنیوا میں اقوام متحدہ کے عہدیداروں کے ساتھ ایک ملاقات کے دوران سعودی عرب کے ایک سینئر عہدیدار نے دو مرتبہ دھمکی دی کہ اگر اقوام متحدہ نے انہیں نہیں روکا تو کلیمارڈ کو 'خیال رکھنا' ہوگا۔ اقوام متحدہ کی ماورائے آئین وقانون قتل اور پھانسیوں سے متعلق امور کی نمائندہ خصوصی کلیمارڈ نے کہا تھا کہ ان الفاظ کو جنیوا میں ان کے ساتھیوں نے 'قتل کی دھمکی' سے تعبیر کیا تھا۔ دوسری جانب سعودی عرب کے انسانی حقوق کمیشن کے سربراہ عواد بن صالح العواد کا کہنا تھا کہ کلیمارڈ اور اقوام متحدہ کے عہدیداروں کا ماننا ہے کہ انہیں خطرہ ہے۔ سعودی عرب کے سابق وزیر اطلاعات نے سماجی رابطے کی ویب سائٹ ٹوئٹر پر اپنے بیان میں انہوں نے کہا کہ 'میں ان خیالات کی سختی سے تردید کرتا ہوں'۔ انہوں نے کہا کہ 'مجھے وہ گفتگو مکمل طور پر یاد نہیں ہے، میرا کبھی ایسا ارادہ نہیں ہوگا یا اقوام متحدہ کے نامزد کسی فرد کو دھمکی دوں یا نقصان پہنچاؤں یا اس معاملے پر کسی کے لیے بھی ایسا کروں'۔ ان کا کہنا تھا کہ 'میں نے جو کچھ کہا تھا اس کو دھمکی کا رنگ دیا گیا جس پر میرا دل دکھا ہے'۔ اقوام متحدہ یا ان کی نمائندہ کلیمارڈ کی جانب سے اس کے بعد کوئی بیان سامنے نہیں آیا۔ یاد رہے کہ واشنگٹن پوسٹ کے سعودی نژاد امریکی صحافی جمال خاشقجی کو ترکی کے شہر استنبول میں سعودی قونصل خانے میں قتل کردیا گیا تھا۔ جمال خاشقجی کے قتل کے بعد سعودی ولی عہد محمد بن سلمان پر ملوث ہونے کے الزامات عائد کیے گئے تھے اور سعودی عرب برسوں بعد سنگین سفارتی بحران کا شکار ہوگیا تھا۔ کلیمارڈ کی رپورٹ جون 2019 میں شائع ہوئی تھی، جس میں کہا گیا تھا کہ 'مصدقہ ثبوت' ہیں کہ ولی عہد محمد بن سلمان سمیت سعودی عہدیدار قتل میں ملوث ہیں۔ گزشتہ ماہ امریکا نے بھی اپنی انٹیلی جنس رپورٹ جاری کی تھی جس میں محمد بن سلمان پر الزام عائد کرتے ہوئے کہا گیا تھا کہ انہوں نے جمال خاشقجی کے قتل کی منظوری دی تھی۔ سعودی عرب نے امریکی رپورٹ پر سخت ردعمل دیتے ہوئے مسترد کردی تھی۔ امریکا نے سعودی ولی عہد کے حوالے سے سخت رپورٹ جاری کرنے کے باوجود پابندیوں سے گریز کیا تھا۔ کلیمارڈ نے محمد بن سلمان کے خلاف امریکا کی رپورٹ 'انتہائی پریشان کن' ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ 'میرے خیال میں اگر کسی کے جرائم کو دیکھا نہیں گیا تو یہ خطرناک نہ بھی ہو تو انتہائی سنجیدہ ہے۔

بقیہ 17

آؤٹ لیٹس بند ہوگئے اور ان کی سروسز اب ورچوئلی دستیاب ہیں۔ اس مال میں چند فاسٹ فوڈ آؤٹ لیٹس اور ایک سپر مارکیٹ کھلی ہونے کی وجہ سے بحرین کے صحت حکام نے اس شاپنگ مال کو ویکسی نیشن حب میں تبدیل کردیا۔ نئے ویکسین سینٹر میں عوامی صحت اور وبائی امراض کی ماہر بسمہ محمود نے کہا کہ 'ہر گھنٹے میں لوگوں کی بڑی تعداد یہاں آرہی ہے'۔ اس سلسلے میں شاپنگ مال آنے والے افراد سماجی فاصلے کے ساتھ اپنی باری کا انتظار کرتے نظر آئے۔ بسمہ محمود نے کہا کہ یہ ویکسی نیشن سینٹر بحرین کی 50 فیصد سے زائد آبادی کو مکمل طور پر کورونا سے بچاؤ کی ویکسین کے حصول میں مدد دے گا۔ خیال رہے کہ بحرین میں شہریوں اور رہائشیوں کو کورونا سے بچاؤ کی 4 ویکسینز مفت دستیاب ہیں۔ ان میں فائزر/بائیو این ٹیک ویکسین، چین کی سائنو فارم، آکسفورڈ-ایسٹرازینیکا ویکسین اور روس کی اسپتنک ویکسین شامل ہیں۔ علاوہ ازیں ہنگامی استعمال کے لیے جانسن اینڈ جانسن کی ویکسین کے استعمال کے منظوری دی گئی ہے۔ ان دنوں بحرین کے ستارہ مال میں فائزر اور سائنوفارم ویکسین لگائی جارہی ہے۔ بحرین میں فروری کے وسط میں کورونا کے یومیہ کیسز کے تعداد میں کمی آنا شروع ہوگئی تھی جن میں حالیہ دنوں میں اضافہ ہوا ہے۔ 10 روز قبل بحرین نے کورونا وائرس سے متعلق پابندیوں میں نرمی کی تھی جن میں ریسٹورنٹ میں کھانا کھانے اور تعلیمی ادارے دوبارہ کھولنے کی اجازت بھی شامل تھی۔

بقیہ 18

تنظیموں پر زور دیا کہ وہ ان حملوں کے خلاف کھڑے ہوں اور ان پر عمل درآمد کرنے اور انہیں سپورٹ کرنے والے تمام فریقوں پر روک لگائیں۔ سعودی سرکاری خبر رساں ایجنسی کے مطابق یہ موقف کابینہ کے ورچوئل اجلاس میں سامنے آیا۔ اجلاس کی صدارت سعودی فرماں روا شاہ سلمان بن عبدالعزیز نے کی۔ کابینہ نے کہا کہ یمن میں بحران کے خاتمے کے لیے سعودی عرب کے مجوزہ منصوبہ اس بات کا عکاس ہے کہ مملکت ،،، یمن اور خطے میں امن و استحکام کی خواہش مند ہے۔ ساتھ ہی وہ برادر یمنی عوام کو درپیش انسانی مصائب سے نجات دلانا چاہتی ہے۔ کابینہ نے زور دیا کہ سعودی عرب کو اس بات کا پورا حق حاصل ہے کہ وہ ایران نواز حوثی ملیشیا کے منظم حملوں کے خلاف اپنی سرزمین، شہریوں اور غیر ملکی مقیمین کا دفاع کرے۔ مملکت خطے میں ایران کی مداخلتوں کو یکسر مسترد کرتی ہے۔ جن کے سبب یمن کا بحران طویل ہوگیا۔ ایران میزائلوں اور ہتھیاروں کے ذریعے حوثیوں کی سپورٹ کررہا ہے۔ یہ سلامتی کونسل کی متعلقہ قرار دادوں کی خلاف ورزی ہے۔ سعودی کابینہ نے مشرقی بیت المقدس سمیت مغربی کنارے میں اسرائیلی بستیوں کی توسیع اور فلسطینی املاک کا انہدام کا سلسلہ جاری رہنے کی مذمت کی۔ کابینہ کے مطابق سعودی عرب تمام سیاسی اور اقتصادی حوالوں سے مسئلہ فلسطین کی حمایت جاری رکھے گا۔ کابینہ کے اجلاس میں مملکت کی اور عالمی سطح پر کرونا وائرس کی تازہ ترین صورت حال کا جائزہ لیا گیا۔ اس حوالے سے متعلقہ اداروں کی کوششیں بھی زیر بحث آئیں جن کا مقصد شہریوں اور غیر ملکی مقیمین کی صحت وسلامتی کو تحفظ فراہم کرنا ہے۔

بقیہ 19

المعلا نے فیس بک پر ایک پوسٹ میں عوام کو خبردار کیا کہ وہ حفاظتی تدابیر اختیار کریں اور خود کو غیر محفوظ صورت حال کا شکار ہونے سے بچائیں۔ مختلف قومیتوں سے تعلق رکھنے والے چار افراد گذشتہ اتوار کو سمندر میں پیراکی کے دوران میں مشکل صورت حال سے دوچار ہوگئے تھے۔ ان کی مدد کو ایمرجنسی سروسز کو طلب کیا گیا تھا۔ امدادی ٹیموں نے ان میں سے دو افراد کو باحفاظت سمندر سے نکال لیا تھا، ایک کو فوری طبی امداد کے لیے ام القیوین شہر میں ایک اسپتال میں منتقل کیا گیا تھا اور ایک سمندر میں لاپتا ہوگیا تھا۔ امارت کی مختلف محکموں پر مشتمل امدادی ٹیموں نے اس کی لاش سمندر سے برآمد کرلی ہے۔

بقیہ 20

تجربات جاری ہیں۔ کلینیکل تجربات مکمل ہونے اور منظوری سرٹیفکیٹ حاصل ہونے کے بعد مقامی ویکسینز کا استعمال شروع کردیا جائے گا۔ انہوں نے کہا یہ کامیابی سائنسی میدان میں ایک نئے دور کا آغاز ثابت ہوگی اور اس سے ملک میں طبی صنعت کے حوصلے بڑھیں گے۔ انہوں نے متعلقہ اداروں سے اپیل کی کہ ملکی محققین کے ساتھ تعاون کریں تاکہ ان کی بھرپور حوصلہ افزائی ہو۔ واضح رہے کہ کورونا ویکسین کے سلسلے میں عالمی ادارہ صحت) ڈبلیو ایچ او (اور دیگر اداروں کے تحت شروع ہونے والے عالمی رسائی پروگرام کوویکس کے تحت نائیجیریا آسٹرازینیکا ویکسین کی 42 لاکھ 24 ہزار خوراکیں وصول کرچکا ہے۔ گزشتہ برس اپریل میں افریقی ملک مڈغاسکر کے صدر آنڈری رجولینا نے کورونا وائرس کی موثر دوا کے طور پر مقامی طور پر تیار کردہ ایک مشروب کووڈ آرگینکس لانچ کیا تھا جسے مڈغاسکر کے سائنسی ادارے مالاگاسی انسٹیٹیوٹ آف اپلائیڈ ریسرچ نے تیار کیا تھا۔

بقیہ 21

میڈیا رپورٹس کے مطابق سعودی وزارت ماحولیات و پانی وزراعت نے املیج کے ساحل پر پھنس جانے والی 40 ڈولفنز کو بچانے کے لیے امدادی آپریشن کامیابی سے مکمل کرلیا۔ ڈولفنز کے بارے میں مقامی شہریوں نے اطلاع دی تھی کہ انہیں املیج کے ساحل پر متعدد ڈولفنز دکھائی دی ہیں۔ وزارت ماحولیات کے ماتحت قومی مرکز برائے افزائش، قدرتی حیاتیات اور مچھلیوں کی افزائش کے ادارے نے اس حوالے سے مشترکہ آپریشن کا پروگرام بنایا اور ماہرین کی ایک ٹیم تشکیل دی گئی۔ املیج کے ساحل کا جائزہ لینے سے پتہ چلا کہ 40 ڈولفنز سمندری طوفان میں بہہ کر مینگروز کے درختوں میں آکر پھنس گئی تھیں، ہوائیں تیز تھیں اور لہریں زوردار تھیں۔ ڈولفنز مینگروز میں پھنس جانے کی وجہ سے کھلے سمندر کی طرف نکلنے میں کامیاب نہیں ہوسکیں، ان میں سے 7 جان کی بازی ہار گئیں۔ دیگر ڈولفنز کو محفوظ علاقے میں منتقل کرکے گہرے سمندر کے حوالے کردیا گیا۔ قومی مرکز برائے افزائش و قدرتی حیاتیات کے چیئر مین ڈاکٹر محمد علی قربان نے بتایا کہ ہر سمندر کے ساحل پر اس قسم کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، ریسرچ سینٹرز دنیا بھر میں ڈولفنز کے تحفظ کے لیے اقدامات اٹھاتے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر قربان نے ڈولفنز کو بچانے میں مثبت کردار ادا کرنے پر مقامی شہریوں کا شکریہ بھی ادا کیا۔

بقیہ 22

مطابق کبوتر پالنے پر تنازع قاہرہ میں الحمرا کے مقام پر پیش آیا۔ 31 سالہ ایک شخص نے پولیس کو شکایت کہ اس کے تین محلے داروں نے اس پر محض اس بنا پر حملہ کردیا کہ اس نے گھر میں کبوتر پال رکھے ہیں۔ پولیس کی تفتیش کے دوران پتا چلا کہ کبوتر پالنے پر ایک ملزم کے والد کے ساتھ تنازع پیدا ہوا جس کے نتیجے میں دونوں میں تلخ کلامی ہوئی۔ ذرائع کا کہنا تھا کہ کبوتر باز نے کبوتروں کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے اپنے گھر کی بالکونی پر ایک چھاتہ تعمیر کرنا شروع کیا تو پڑوسیوں نے اس پر اعتراض کیا۔ حتیٰ کہ متاثرہ شخص کو قتل کی دھمکیاں دی گئیں۔ جس شخص کے ساتھ پہلے جھگڑا پیدا ہوا اس کے 15 سالہ لڑکے نے دو دیگر ساتھیوں کی مدد سے کبوتر پالنے والے شخص پر تیز دھار آلے سے حملہ کرکے اسے زخمی کردیا۔

بقیہ 23

ویڈیو میں دیکھا جاسکتا ہے کہ کوچوں کے قابو سے باہر ہونے والے ہاتھی وہاں پر موجود تماشائیوں پر کود پڑے جس کے بعد تماشائیوں کو وہاں سے بھاگنا پڑا۔ ویڈیو میں دیکھا جاسکتا ہے کہ رنگ کے اندر موجود دو دیو قامت ہاتھی کرتب کے دوران لڑ پڑے۔ ایک ہاتھی نے دوسرے کو زمین پر پٹخ دیا اور وہ رنگ سے باہر تماشائیوں کی کرسیوں کے قریب جالگا، جس پر تماشائیوں کی دوڑیں لگ گئیں۔ اس واقعے نے تماشائیوں میں خوف طاری کردیا اور سرکس دیکھنے آئے لوگ مزید کسی خطرے سے بچنے کے لیے وہاں سے نکل گئے۔ روسی ذرائع ابلاغ کے مطابق سرکس میں دو ہاتھیوں 48 سالہ جینی اور 46 سالہ ماگڈا کے درمیان مقابلہ تھا۔ دونوں سنہ 1998 سے بیلا روسی کوچ سیرگی گولیفچ کی نگرانی میں سرکس میں کرتب دکھاتے ہیں۔

بقیہ 24

مصر، سری لنکا اور بھارت سے تعلق رکھنے والے تارکین وطن سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔ گذشتہ سال کرونا وائرس کی وبا کے آغاز پر کویتی حکومت نے اپنا یہ فیصلہ عارضی طور پر معطل کردیا تھا جس میں یہ کہا گیا کہ اگر کوئی تارک وطن چھ ماہ تک بیرون ملک رہے گا تو اس کا اقامتی ویزا ازخود ہی منسوخ متصور ہوگا، خواہ اس کے ویزے کی میعاد ابھی باقی ہو۔ اس فیصلے سے کویت میں کام کرنے والے تارکین وطن یا مکینوں کو یہ یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ اگر وہ کرونا وائرس کی وبا کی وجہ سے بیرون ملک مقیم ہیں تو ان کا ویزا کارآمد اور محفوظ ہے کیونکہ بہت سے تارکین وطن مختلف ملکوں کی جانب سے اس مہلک وائرس کو پھیلنے سے روکنے کے لیے عاید کردہ سفری پابندیوں کے پیش نظر کویت واپس نہیں آسکے تھے۔ اگرچہ مذکورہ فیصلہ معطل کردیا گیا تھا لیکن اس کے باوجود کویتی حکام کے نزدیک اس کا یہ مطلب ہے کہ کویت سے باہر کسی بھی تارک وطن کو اپنے ویزے کی مدت ختم ہونے سے قبل اپنے اقامے کی تجدید کرانا ہوگی اور اس مقصد کے لیے اس کی کویت میں موجودگی ضروری ہے۔

بقیہ 25

دونوں جماعتوں کو ایک ٹیبل پر بٹھا سکتے ہیں۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے سید جاوید انور نے امریکا آنے اور ترقی کے لیے اپنی جدوجہد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں والدہ ٹیلی فون آپریٹر تھیں ون وے ٹکٹ اور ایک سمسٹر کی فیس کے ساتھ امریکا آیا تھا کھانے کے پیسے نہ تھے کالج کینٹین میں نوکری کی، خدا کی ذات پر مکمل یقین اور اپنی محنت پر بھروسہ تھا اس لیے کامیابی نے قدم چومے اور امریکا میں آئل ٹائیکون بن گیا۔ اعلیٰ ترین اعزاز ملنے پر سید جاوید انور نے حکومت پاکستان کا شکریہ ادا کیا اور نوجوان نسل کو تلقین کی کہ وہ اپنے رب پر یقین اور اپنی محنت پر بھروسہ کریں کامیابی ضرور ان کے قدم چومے گی۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے قونصل جنرل ابرار ہاشمی کا کہنا تھا کہ جاوید انور نے اپنے انسان دوست کردار اور عمل سے شاندار اقدار کو فروغ دیا ہے۔ تقریب کے میزبان ہیوسٹن کراچی سسٹر سٹی ایسوسی ایشن کے صدر سعید شیخ نے جاوید انور کی جدوجہد اور خدمات پر روشنی ڈالی اور تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ تقریب میں محمد جاوید انور کے امریکا بھر سے عزیز و اقارب اور دوستوں نے بھی شرکت کی جبکہ خصوصی طور پر تقریب میں وزیر اعظم پاکستان عمران خان کی بہن اور نمل نالج سٹی کی ممبر بورڈ آف گورنرز علیمہ خانم خان سمیت ہیوسٹن میں متحدہ عرب امارات کے قونصل جنرل، سعید الشمیری کئی ممالک کے ڈپلومیٹ اسٹاف ممبران کمیونٹی رہنما مسرور جاوید خان، غلام بمبی والا، اشرف عباسی، سجاد برکی، عاطف خان، ہارون شیخ، حشمت عافندی، اعظم اختر، خالد قاضی، راجہ زاہد خانزادہ، الیاس چوہدری، احمد یاسین، شاہ حلیم، ڈاکٹر یعقوب شیخ اور اٹارنی نومی حسن بھی موجود تھے۔

بقیہ 26

کی مذمت کی ہے تاہم جاپان کا کہنا ہے کہ شمالی کوریا کے میزائل تجربے کے نتیجے میں اس کی بحری حدود میں میزائلوں کا ملبہ نہیں گرا۔ برطانوی میڈیا کے مطابق اس سے قبل شمالی کوریا نے چند روز پہلے نان بیلسٹک میزائلوں کا تجربہ کیا تھا۔ ایشیا پیسفک کے لیے امریکی کمانڈر کا کہنا ہے کہ شمالی کوریا کے اس تجربے نے اس خطرے کی نشاندہی کی ہے کہ شمالی کوریا کا ممنوعہ اسلحہ کا پروگرام اس کے پڑوسیوں اور بین الاقوامی برادری کے خلاف ہے۔

بقیہ 27

4 2 9 5 7 3 مریض تن درست ہوچکے ہیں۔ اتھارٹی کے فراہم کردہ اعداد وشمار کے مطابق یو اے ای میں اس وقت کووڈ 19- کے فعال کیسوں کی تعداد 15565 ہے۔ کرونا وائرس کی وبا پھیلنے کے بعد ملک میں 446594 کیسوں کی تشخیص کی گئی ہے۔ ان میں سے 1456 مریض وفات پاچکے ہیں۔ یو اے ای میں اس وقت کرونا وائرس کی ویکسین لگانے کی مہم بھی زور شور سے جاری ہے۔ اب تک ملک میں مختلف ویکسینوں کے 76 لاکھ سے زیادہ انجکشن لگائے جاچکے ہیں۔ نیز ملک کی ضعیف العمر آبادی میں سے نصف کو ویکسین لگائی جاچکی ہے۔

بقیہ 28

والے افراد عمارت میں رہائش پذیر تھے۔ سرکاری حکام کے مطابق حادثے کا شکار ہونے والا طیارہ تربیتی پرواز پر تھا تاہم حادثے کی وجہ معلوم نہ ہوسکی۔ واقعے کی تحقیقات کی جارہی ہیں۔ حادثے کے فوری بعد فائر بریگیڈ، پولیس اور ریسکیو کی گاڑیاں موقع پر پہنچیں اور حادثے کا شکار ہونے والی عمارت کا جائزہ لیا۔

بقیہ 29

1665 مریض صحت یاب ہوئے۔ وزارت صحت کا کہنا تھا کہ گذشتہ چوبیس گھنٹوں کے دوران غرب اردن میں 21 مریض وفات پاگئے جب کہ 1518 نئے کیسز سامنے آئے ہیں۔ غزہ میں دو اموات اور 514 نئے کیسز کی تصدیق کی گئی۔ بیان میں مزید کہا گیا کہ فلسطینی علاقوں میں کرونا کے صحت یاب ہونے والے مریضوں کا تناسب 89 اعشاریہ ایک فی صد، فعال کیسز 9 اعشاریہ 8 فیصد اور اموات ایک اعشاریہ ایک فی صد ہیں۔ وزارت صحت کے مطابق کرونا کے 206 مریضوں کی حالت تشویشناک ہے جبکہ 58 کو وینٹی لیٹر پر رکھا گیا ہے۔

بقیہ 30

الموحدہ کا مخفف ہے، جس کے معنی گرج ہیں۔ رعام پارٹی کے قائد منصور عباس نے ماضی میں دیگر عرب جماعتوں کے موقف کے برعکس اسرائیلی حکومت میں شمولیت کو خارج از امکان قرار نہیں دیا اور کہا کہ ہم وزیر اعظم بینجمن نیتن یاہو کا کیمپ یا ان کے حریف سے ملنے کے لیے تیار ہیں لیکن ہم کسی کی جیب میں نہیں ہوں۔

بقیہ 31

امریکا اتحادی ممالک پر چین سے تعلقات ختم کرنے کا دباؤ نہیں ڈالے گا، میڈیا رپورٹس کے مطابق برسلز میں نیٹو اجلاس سے امریکی وزیر خارجہ کے مجوزہ خطاب کا مسودہ سامنے آگیا۔ مسودے کے مطابق اپنے خطاب میں امریکی وزیر خارجہ اینٹونی بلنکن کہیں گے کہ چین مشترکہ سیکورٹی کے لیے خطرہ ہے، مگر ہر ممکن حد تک چین سے مل کر کام کرنے کی کوشش کریں گے۔ اینٹونی بلنکن کے مطابق موسیاتی تبدیلی اور ہیلتھ سیکورٹی جیسے چیلنجوں پر تعاون ناگزیر ہے۔

بقیہ 32

امریکا کی فیڈرل اپیلز کورٹ نے کہا ہے کہ عوامی مقامات پر بندوق لے کر گھومنے کا کسی کو حق نہیں۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق ریاست ہوائی میں عوامی مقامات پر بندوق لے کر جانے کے لیے پہلے درخواست دینے کیخلاف کیس کا فیصلہ سنایا گیا، ریاست کی جانب سے لازم شرط چیلنج کیے جانے کو چار کے مقابلے میں سات ووٹوں سے مسترد کردیا گیا۔ ریاست ہوائی میں اسلحہ لے کر نکلنے کے لیے اس شخص کا اچھے کردار کا حامل ہونا، لوگوں کی زندگی اور پراپرٹی کے تحفظ کا ذمہ دار ہونا لازم ہے۔

بقیہ 33

یورپی یونین نے یمن میں بحران کے خاتمے کے لیے سعودی عرب کے اقدام کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس اقدام سے یمن میں جاری جنگ کے خاتمے میں مدد ملے گی۔ برسلز میں یورپی یونین میں سعودی عرب کے سفیر سعد العریفی نے عرب ٹی وی انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ مملکت کے اقدام سے یمن بحران کا خاتمہ ہوگا۔ انہوں نے یہ بھی مزید کہا کہ عالمی برادری کو یمن کے حوثی باغیوں پر دباؤ ڈالنا ہوگا تاکہ وہ اس اقدام کو قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ یونین کی خارجہ اور سلامتی کی پالیسی کی ترجمان نبیلہ مصرلی نے عرب ٹی وی کو بتایا کہ یونین تمام فریقوں کو اقوام متحدہ کے زیر اہتمام فوری طور پر فائر بند کرنے اور سیاسی بات چیت شروع کرنے پر زور دیتی ہے۔ یورپی یونین نے بھی تمام فریقوں سے یمن میں اقوام متحدہ کے مندوب کے ساتھ تعاون اور فوری طور پر جنگ بندی کا مطالبہ کیا۔

بقیہ 34

روسی صدر ولادی میر پیوٹن نے بھی کورونا وائرس کی ویکسین لگوالی۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق روسی صدر کے پریس سیکریٹری نے بتایا کہ صدر مملکت کو کورونا وائرس کے خلاف روسی ساختہ ویکسین کی پہلی خوراک لگائی گئی، صدر کو دوسری خوراک تین ہفتے بعد لگائی جائے گی۔ ان کا کہنا تھا کہ صدر پیوٹن ویکسین لگوانے کے بعد بہتر محسوس کررہے ہیں، اور کل سے معمول کا کام شروع کردیں گے۔ روسی صدر کو لگائی گئی ویکسین کے بارے میں معلومات کو پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ واضح رہے کہ دنیا بھر میں کورونا وائرس کے کیسز کی تعداد 12 کروڑ 54 لاکھ 24 ہزار 480 ہوگئی جبکہ دنیا بھر میں کورونا سے ہونے والی اموات 27 لاکھ 56 ہزار 662 ہوگئیں۔ دنیا بھر میں کورونا سے متاثر 10 کروڑ 12 لاکھ 88 ہزار 273 افراد صحت یاب ہوچکے۔

طویل عرصے بعد قومی اعزاز کسی اہل شخص کو دیا گیا ہے

ہمایوں سعید کو قومی اعزاز ملنے پر خلیل الرحمٰن قمر کا ردعمل

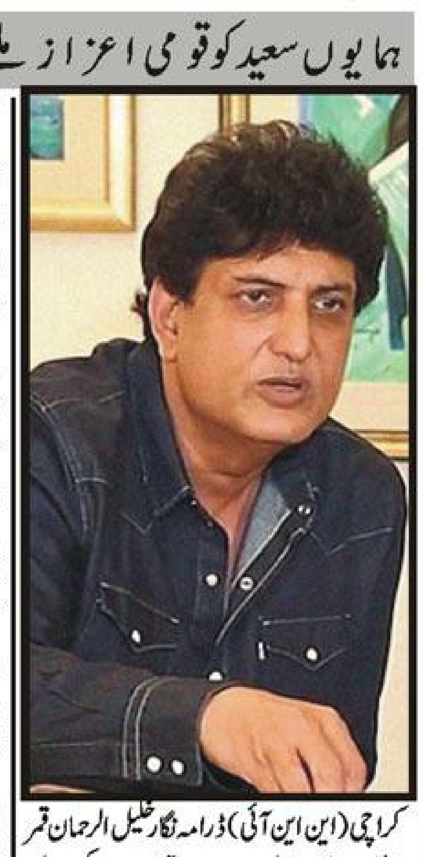

کراچی (این این آئی) ڈرامہ نگار خلیل الرحمان قمر نے کہا ہے کہ طویل عرصے بعد قومی اعزاز کسی اہل شخص کو دیا گیا ہے۔ یوم پاکستان پر تمغہ برائے حسن کارکردگی کا اعزاز اداکار ہمایوں سعید، گلوکار علی ظفر، گلوکار محمد علی شہکی، اداکارہ ریشم، اداکارہ سکینہ سموں، اداکارہ ریشم گلوکارہ ثریا خان، گلوکار کرشن جی کے حصے میں آیا۔ تمغہ برائے حسن کارکردگی کا اعزاز حاصل کرنے والے فنکاروں کو بہترین خدمات انجام دینے پر سوشل میڈیا صارفین کی جانب سے مبارکباد بھی دی گئیں۔ مبارکباد دینے والوں میں خلیل الرحمان قمر نے بھی اس بار اعزاز حاصل کرنے والے ہمایوں سعید کو اس کا اہل قرار دیا ہے۔ خلیل الرحمان قمر نے انسٹا گرام پر اسٹوری میں لکھا کہ طویل عرصے بعد میں نے دیکھا کہ تمغہ برائے حسن کارکردگی کا اعزاز کسی اہل شخص کو دیا گیا ہے۔ انہوں نے ہمایوں سعید کے لیے ترقی اور کامیابی کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا۔ خلیل الرحمان قمر نے کہا کہ سول اعزاز حاصل کرنے پر ہمایوں سعید کو دل کی گہرائیوں سے بہت بہت مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ڈرامہ نگار خلیل الرحمان قمر نے کہا ہے کہ طویل عرصے بعد قومی اعزاز کسی اہل شخص کو دیا گیا ہے۔ یوم پاکستان پر تمغہ برائے حسن کارکردگی کا اعزاز اداکار ہمایوں سعید، گلوکار علی ظفر، گلوکار محمد علی شہکی، اداکارہ ریشم، اداکارہ سکینہ سموں، اداکارہ ریشم گلوکارہ ثریا خان، گلوکار کرشن جی کے حصے میں آیا۔ تمغہ برائے حسن کارکردگی کا اعزاز حاصل کرنے والے فنکاروں کو بہترین خدمات انجام دینے پر سوشل میڈیا صارفین کی جانب سے مبارکباد بھی دی گئیں۔ مبارکباد دینے والوں میں خلیل الرحمان قمر نے بھی اس بار اعزاز حاصل کرنے والے ہمایوں سعید کو اس کا اہل قرار دیا ہے۔ خلیل الرحمان قمر نے انسٹا گرام پر اسٹوری میں لکھا کہ طویل عرصے بعد میں نے دیکھا کہ تمغہ برائے حسن کارکردگی کا اعزاز کسی اہل شخص کو دیا گیا ہے۔

راکھی ساونت عامر خان کا کورونا ٹیسٹ مثبت آنے کی خبر سن کر حیران رہ گئیں

عامر خان کو کورونا وائرس ہونا ہمارے لیے ایک بہت بڑی خطرے کی گھڑی ہے، یہ سب بہت خوفناک ہے، بیان

عامر خان کو کورونا وائرس ہونا ہمارے لیے ایک بہت بڑی خطرے کی گھڑی ہے، یہ سب بہت خوفناک ہے

ممبئی (این این آئی) بھارتی متنازع اداکارہ اور بگ باس کے سیزن 14 کی کنٹسٹنٹ راکھی ساونت بالی ووڈ کے مقبول ترین اداکار عامر خان کا کورونا ٹیسٹ مثبت آنے کی خبر سن حیران رہ گئیں بھارتی میڈیا رپورٹس کے مطابق راکھی ساونت کو دوران گفتگو صحافیوں نے بتایا کہ بالی ووڈ اداکار عامر خان بھی کورونا وائرس کا شکار ہوگئے ہیں۔ یہ خبر سننے کے بعد راکھی ساونت حیران ہوگئیں اور کہنے لگیں کہ عامر جی کو کیسے کورونا وائرس ہوگیا۔ راکھی ساونت نے کہا کہ عامر خان کو کورونا وائرس ہونا ہمارے لیے ایک بہت بڑی خطرے کی گھڑی ہے، یہ سب بہت خوفناک ہے۔ بھارتی اداکارہ نے عامر خان کی جلد صحتیابی کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ اداکار کو بہت زیادہ یاد کر رہی ہیں۔ واضح رہے کہ گزشتہ روز عامر خان کے ترجمان نے بتایا تھا کہ اداکار کے کورونا ٹیسٹ کے نتائج مثبت آئے ہیں۔ بھارتی متنازع اداکارہ اور بگ باس کے سیزن 14 کی کنٹسٹنٹ راکھی ساونت بالی ووڈ کے مقبول ترین اداکار عامر خان کا کورونا ٹیسٹ مثبت آنے کی خبر سن حیران رہ گئیں بھارتی میڈیا رپورٹس کے مطابق راکھی ساونت کو دوران گفتگو صحافیوں نے بتایا کہ بالی ووڈ اداکار عامر خان بھی کورونا وائرس کا شکار ہوگئے ہیں۔ یہ خبر سننے کے بعد راکھی ساونت حیران ہوگئیں اور کہنے لگیں کہ عامر جی کو کیسے کورونا وائرس ہوگیا۔ راکھی ساونت نے کہا کہ عامر خان کو کورونا وائرس ہونا ہمارے لیے ایک بہت بڑی خطرے کی گھڑی ہے، یہ سب بہت خوفناک ہے۔

اداکارہ ہانیہ عامر کی ڈانس ویڈیو انٹرنیٹ پر وائرل ہوگئی

[illegible]

سونم کپور کا والدہ کے لیے محبت بھرا پیغام، سالگرہ کی مبارکباد

[illegible]

نیہا بھسین اور عالیہ بھٹ پر ہتک عزت کا مقدمہ دائر کردیا گیا

[illegible]

مسائل پر بات کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ میں سیاست میں آنا چاہتی ہوں، کنگنا

میرے ان مسائل پر بات کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ میرا سیاست سے کوئی تعلق ہے

[illegible]

سشانت سنگھ نے شادی اور محبت کے چکر میں خود کو برباد کیا، انکتا لوکھنڈے

اس کے ساتھ شادی کرنے کی خواہش میں میں نے کئی فلموں کو ٹھکرا یا تھا

[illegible]

سلمان خان نے کورونا سے بچاؤ کی ویکسین لگوالی

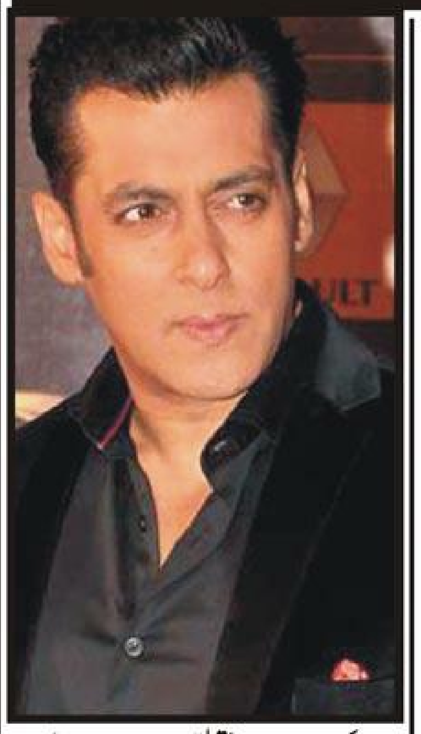

ممبئی (این این آئی) بالی ووڈ کے سپر اسٹار سلمان خان نے بھی عالمی وبا کورونا وائرس سے بچاؤ کی ویکسین لگوالی۔ بھارتی میڈیا کے مطابق گزشتہ روز سلمان خان کو ممبئی کے ہسپتال میں داخل ہوتے دیکھا گیا۔ اس دوران انہوں نے عام سا لباس اور فیس ماسک پہن رکھا تھا جس کے فوراً ہی بعد اداکار کے مداح ان کی صحت سے متعلق پریشان ہونا شروع ہوگئے۔ بعدازاں سلمان خان نے ٹوئٹر پر پیغام لکھ کر مداحوں کو بتایا کہ میں نے ویکسین کی پہلی خوراک لے لی۔ سلمان خان کی جانب سے ہسپتال جانے کا مقصد بتانے کے بعد ان کے مداحوں کی تشویش دور ہوگئی اور مداحوں نے ان کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کیا۔ اس سے قبل اداکار سنجے دت نے بھی کورونا وائرس سے بچاؤ کی ویکسین لگوائی اور اس کی تصویر بھی انہوں نے ٹوئٹر پر شیئر کی تھی۔ حال ہی میں بالی ووڈ کے سینئر اداکار دھرمیندر اور اداکارہ ہیما مالنی بھی کورونا سے بچاؤ کی ویکسین لگوا چکے ہیں۔ بالی ووڈ کے سپر اسٹار سلمان خان نے بھی عالمی وبا کورونا وائرس سے بچاؤ کی ویکسین لگوالی۔ بھارتی میڈیا کے مطابق گزشتہ روز سلمان خان کو ممبئی کے ہسپتال میں داخل ہوتے دیکھا گیا۔ اس دوران انہوں نے عام سا لباس اور فیس ماسک پہن رکھا تھا جس کے فوراً ہی بعد اداکار کے مداح ان کی صحت سے متعلق پریشان ہونا شروع ہوگئے۔ بعدازاں سلمان خان نے ٹوئٹر پر پیغام لکھ کر مداحوں کو بتایا کہ میں نے ویکسین کی پہلی خوراک لے لی۔ سلمان خان کی جانب سے ہسپتال جانے کا مقصد بتانے کے بعد ان کے مداحوں کی تشویش دور ہوگئی۔

کیریئر کے آغاز میں طعنے دیے گئے کہ مجھ میں ٹیلنٹ نہیں، صبا بخاری

اسلام آباد (این این آئی) نوجوان اداکارہ صبا بخاری نے دعویٰ کیا ہے کہ پاکستانی شوبز انڈسٹری میں بھی لڑکیوں سے کام کے بدلے نامناسب مطالبات کیے جاتے ہیں۔ حال ہی میں صبا بخاری نے اپنی ایک انسٹا گرام پوسٹ میں پاکستانی شوبز انڈسٹری میں خواتین کو مواقع دیے جانے کے بدلے ان سے کیے جانے والے مطالبات پر ایک پوسٹ کی تھی جو سوشل میڈیا پر کافی وائرل ہوئی تھی۔ صبا بخاری نے گزشتہ ہفتے 16 مارچ کو اپنی انسٹا گرام پوسٹ میں بتایا کہ جب وہ کیریئر کے آغاز میں تھیں تو کئی ہدایت کار، پروڈیوسر اور دوسری شوبز شخصیات انہیں کہا کرتی تھیں کہ ان میں اتنی خود اعتمادی نہیں کہ وہ شوبز میں آگے بڑھ سکیں۔ اداکارہ نے لکھا تھا کہ انہیں یہ بھی کہا گیا کہ وہ ایک اچھی لڑکی ہیں اور اچھی لڑکیاں شوبز میں نہیں چل سکتیں جب کہ لوگ انہیں طرح طرح کی باتیں کرتے وقت یہ بھی کہتے کہ وہ اتنی خوبصورت ہیں تو ایسا ممکن ہی نہیں۔

معروف اداکارہ اشنا شاہ کو ڈبلیو ڈبلیو ایف نے خیر سگالی کی سفیر مقرر کردیا

جس کے بعد وہ پاکستان کو درپیش ماحولیاتی مشکلات سے نکالنے میں کردار ادا کریں گی

کراچی (این این آئی) پاکستان کی معروف اداکارہ اشنا شاہ کو ورلڈ وائلڈ لائف فنڈ (ڈبلیو ڈبلیو ایف) نے خیر سگالی کی سفیر مقرر کیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق پاکستان میں تعینات ڈبلیو ڈبلیو ایف کے ڈائریکٹر جنرل حماد نقی نے اداکارہ اشنا شاہ سے ملاقات کی اور ماحولیاتی آگاہی بڑھانے کے حوالے سے ان کی سوچ و اقدامات کو سراہا۔ حماد نقی نے پاکستان کی معرف اداکارہ اشنا شاہ ڈبلیو ڈبلیو ایف کی سفیر مقرر کیا، جس کے بعد وہ پاکستان کو درپیش ماحولیاتی مشکلات سے نکالنے میں کردار ادا کریں گی۔ ڈائریکٹر ڈبلیو ڈبلیو ایف نے کہا کہ اشنا شاہ پاکستان میں ماحولیاتی آگاہی کے فروغ میں مدد فراہم کریں گی۔ اس موقع پر اداکارہ اشنا شاہ نے کہا کہ وہ سمندر میں پلاسٹک، درختوں کی کٹائی اور جنگلی حیات کے غیر قانونی شکار کو روکنے کے لیے مہم شروع کریں گی۔

سٹاک ہوم، سویڈن کے فٹبال کھلاڑی قطر ورلڈ کپ کی تیاری کیلئے میدان میں اترے ہوئے ہیں

قومی اسکواڈ میں شامل تمام 35 ارکان کے کوویڈ 19 ٹیسٹ کی رپورٹ منفی آ گئی

35 ارکان میں 22 کھلاڑی اور 13 ٹیم آفیشلز شامل ہیں جو ٹیم کے ساتھ جائے گے

قومی کرکٹ ٹیم 26 مارچ بروز جمعہ کو بذریعہ چارٹرڈ فلائیٹ جوہانسبرگ روانہ ہوگی

لاہور (این این آئی) دورہ جنوبی افریقہ کے لیے اعلان کردہ قومی اسکواڈ میں شامل تمام 35 ارکان کے کوویڈ 19 ٹیسٹ کی رپورٹ منفی آگئی ہے، ان 35 ارکان میں 22 کھلاڑی اور 13 ٹیم آفیشلز شامل ہیں۔ قومی کرکٹ ٹیم 26 مارچ بروز جمعہ کو بذریعہ چارٹرڈ فلائیٹ جوہانسبرگ روانہ ہوگی۔ قومی کرکٹ ٹیم کے دورہ جنوبی افریقہ میں 3 ایک روزہ انٹرنیشنل میچز اور 4 ٹی ٹونٹی انٹرنیشنل میچز شامل ہیں۔ قومی اسکواڈ وہاں سے 17 اپریل کو 3 ٹی ٹونٹی انٹرنیشنل میچز اور 2 ٹیسٹ میچز کھیلنے ہرارے روانہ ہوگا، جہاں سے 12 مئی کو قومی اسکواڈ کی وطن واپسی ہوگی۔ قومی اسکواڈ وہاں سے 17 اپریل کو 3 ٹی ٹونٹی انٹرنیشنل میچز اور 2 ٹیسٹ میچز کھیلنے ہرارے روانہ ہوگا، جہاں سے 12 مئی کو قومی اسکواڈ کی وطن واپسی ہوگی۔

انگلینڈ کے علاقے مرکٹ ریس میں گھڑ دوڑ کے دوران کیپ او ٹولی پر سوار ٹام کیلن آخری باڑ پھلانگ رہے ہیں

نیوزی لینڈ اور بنگلہ دیش کے درمیان ون ڈے سیریز کا تیسرا میچ (آج) کھیلا جائیگا

کرائسٹ چرچ (این این آئی) نیوزی لینڈ اور بنگلہ دیش کی کرکٹ ٹیموں کے درمیان ون ڈے سیریز کا تیسرا میچ (آج) 26 مارچ کو ونگٹن میں کھیلا جائیگا، نیوزی لینڈ کو تین ون ڈے میچوں کی سیریز میں دو صفر کی فیصلہ کن برتری حاصل ہے۔ شیڈول کے مطابق دونوں ٹیموں کے درمیان تیسرا ون ڈے میچ (کل) 26 مارچ کو کھیلا جائیگا، یہ میچ ڈے اینڈ نائٹ ہوگا اور نیوزی لینڈ کے وقت کے مطابق دوپہر دو بجے میچ شروع ہوگا۔ یاد رہے کہ ون ڈے سیریز کے بعد دونوں ڈ ٹیموں کے درمیان تین میچز پر مشتمل ٹی ٹوئنٹی سیریز کھیلی جائیگی۔ ٹی ٹوئنٹی سیریز کا پہلا میچ 28 مارچ کو ہملٹن، دوسرا تیس مارچ کو نیپئر اور تیسرا میچ یکم اپریل کو ایڈن پارک آکلینڈ میں کھیلا جائیگا۔ یاد رہے کہ ون ڈے سیریز کے بعد دونوں ڈ ٹیموں کے درمیان تین میچز پر مشتمل ٹی ٹوئنٹی سیریز کھیلی جائیگی۔ ٹی ٹوئنٹی سیریز کا پہلا میچ 28 مارچ کو ہملٹن، دوسرا تیس مارچ کو نیپئر اور تیسرا میچ یکم اپریل کو ایڈن پارک آکلینڈ میں کھیلا جائیگا۔ یاد رہے کہ ون ڈے سیریز کے بعد دونوں ڈ ٹیموں کے درمیان تین میچز پر مشتمل ٹی ٹوئنٹی سیریز کھیلی جائیگی۔

ورلڈ کپ 92، میچ میں شکست پر نصرت فتح کی قوالی سنتے تھے، رمیز راجہ

ورلڈ کپ 1992 پاکستان کی کھیلوں کی تاریخ کا سب سے سنہرا لمحہ ہے

کراچی (این این آئی) کمنٹیٹر اور 1992 کے ورلڈ کپ میں قومی ٹیم کی نمائندگی کرنے والے رمیز راجہ نے کہا ہے کہ 92 کے ورلڈ کپ میں جب کسی میچ میں شکست ہوتی تھی تو ڈریسنگ روم میں نصرت فتح علی خان کی قوالی سنتے تھے۔ آج کے دن کی مناسبت سے اپنے ویڈیو پیغام میں رمیز راجہ نے کہا کہ ورلڈ کپ 1992 پاکستان کی کھیلوں کی تاریخ کا سب سے سنہرا لمحہ ہے، ہماری جیت نے قوم کو جو خوشی دی وہ قابلِ دید تھی۔ انہوں نے ورلڈ کپ کے دنوں کو یاد کرتے ہوئے کہا کہ بہت بڑا ایونٹ تھا اور ہم نے اس ایونٹ سے بہت کچھ سیکھا، ہماری ٹیم چھوٹی تھی لیکن مقصد بڑا تھا، ہماری جیت کا مقصد اسپتال بنانا تھا۔ رمیز راجہ نے کہا کہ میچز میں جب شکست کا سامنا کرنا پڑتا تھا تو ڈریسنگ روم میں نصرت فتح علی خان کی قوالی اللہ ہو گونجتی تھی، مقصد نیک اور بڑا تھا جس میں اوپر والے سے رابطہ بھی تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہماری قیادت کمال کی تھی جس نے ایک چھوٹی سی ٹیم کو ایک ورلڈ چیمپئن بنا دیا۔ 25 مارچ تمام پاکستانیوں اور خاص طور پر کرکٹ اور شائقین کرکٹ کے لیے ایک سنہرا اور یادگار دن مانا جاتا ہے۔

پاکستان کی ورلڈ کپ فتح کو 29 سال بیت گئے

ایک پوائنٹ کی بدولت پاکستان نے سیمی فائنل میں رسائی پائی

لاہور (این این آئی) پاکستان کی ورلڈ کپ فتح کو 29 سال بیت گئے۔ 1992 میں آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کی مشترکہ میزبانی میں کھیلے جانے والے ورلڈ کپ میں پاکستان ٹیم کو فیورٹس میں شمار نہیں کیا گیا، آغاز بھی اچھا نہیں رہا، ابتدائی 5 میچز میں صرف ایک فتح حاصل کرنے کے بعد گرین شرٹس کا سفر تمام ہوتا نظر آرہا تھا مگر اس کے بعد تمام مہروں کی چال عمران خان کی زیر قیادت کھیلنے والی ٹیم کے حق میں ہوتی گئی۔ انگلینڈ کیخلاف میچ میں پاکستانی اننگز صرف 74 پر تمام ہوئی، میچ کی بارش کی وجہ سے بے نتیجہ رہنے پر ملنے والا قیمتی پوائنٹ آگے چل کر کام آگیا، ایک مرحلہ پر ضرورت تھی کہ پاکستان ایونٹ میں ناقابل شکست نیوزی لینڈ کو زیر کرے تو دوسری جانب آسٹریلیا کی ویسٹ انڈیز کے ہاتھوں غیر متوقع ہار بھی ہو، یہ دونوں نتائج دیکھنے کو ملے، اس موقع پر انگلینڈ سے میچ کے ایک پوائنٹ کی بدولت پاکستان (9 پوائنٹس) نے سیمی فائنل میں رسائی پائی، آسٹریلیا (8) ایونٹ سے باہر ہوگیا۔ سیمی فائنل میں ایک بار پھر سب سے ان فارم ٹیم نیوزی لینڈ سے مقابلہ ہوا، گرین شرٹس نے 263 رنز کا ہدف ایک اوور قبل حاصل کیا، صرف 37 گیندوں پر 67 رنز بنانے والے انضمام الحق ہیرو بن گئے۔ فائنل میں انگلینڈ کیخلاف پاکستان نے عمران خان 72، جاوید میانداد 58 اور انضمام الحق 42 رنز کی مدد سے 6 وکٹ پر 249 کا مجموعہ پایا، انگلش ٹیم 227 تک محدود رہی، مین آف دی میچ وسیم اکرم اور مشتاق احمد نے 3،3 جبکہ عاقب جاوید نے 2 شکار کیے، عالمی اعزاز جیتنے کے بعد ملک بھر میں جشن کا سماں رہا لیکن 25 مارچ 1992 کے بعد یہ موقع دوبارہ نہیں آ سکا۔ پاکستان کی ورلڈ کپ فتح کو 29 سال بیت گئے۔ 1992 میں آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کی مشترکہ میزبانی میں کھیلے جانے والے ورلڈ کپ میں پاکستان ٹیم کو فیورٹس میں شمار نہیں کیا گیا، آغاز بھی اچھا نہیں رہا۔

ورلڈ کپ 1992 کی شاندار فتح کی 29 ویں سالگرہ کا جشن منایا گیا

پاکستان کے سابق اور موجودہ کرکٹرز ورلڈ کپ سے جڑی اپنی بچپن کی یادیں تازہ رنے لگے

لاہور (این این آئی) ورلڈ کپ 1992 کی شاندار فتح کی 29 ویں سالگرہ کا جشن منایا گیا۔ اس موقع پر پاکستان کے سابق اور موجودہ کرکٹرز ورلڈ کپ سے جڑی اپنی بچپن کی یادیں تازہ کرنے لگے۔ ہیڈ کوچ مصباح الحق نے کہا کہ ان دنوں ایف ایس سی میں پڑھتا تھا، یہ فتح پاکستان کی کرکٹ کی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آسٹریلیا، نیوزی لینڈ کے ٹائم زون کی وجہ سے ورلڈ کپ کے میچز دیکھنے کے لیے صبح جلدی اٹھتے تھے۔ بیٹنگ کوچ یونس خان نے کہا کہ ہمیں اس وقت چھٹی یا ساتویں جماعت کا طالب علم تھا، ورلڈ کپ 1992 کے فائنل کی ایک ایک گیند آج بھی یاد ہے۔ محمد حفیظ نے کہا کہ یہ تاریخی فتح ہمیشہ تمام پاکستانیوں کے لیے ایک قابل فخر لمحہ رہے گی۔ ندڈار نے کہا کہ پاکستان کے ورلڈ چیمپئن بننے پر ہمارے گھر میں جتنی خوشی منائی گئی وہ آج بھی یاد ہے۔ سرفراز احمد نے کہا کہ ورلڈ کپ کی فتح کے بعد ہی کرکٹ کھیلنے کا فیصلہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ آسٹریلیا، نیوزی لینڈ کے ٹائم زون کی وجہ سے ورلڈ کپ کے میچز دیکھنے کے لیے صبح جلدی اٹھتے تھے۔ بیٹنگ کوچ یونس خان نے کہا کہ ہمیں اس وقت چھٹی یا ساتویں جماعت کا طالب علم تھا، ورلڈ کپ 1992 کے فائنل کی ایک ایک گیند آج بھی یاد ہے۔ محمد حفیظ نے کہا کہ یہ تاریخی فتح ہمیشہ تمام پاکستانیوں کے لیے ایک قابل فخر لمحہ رہے گی۔

سابق اولمپک اسنو بورڈر برفانی طوفان کی زد میں آکر ہلاک

پیرس (این این آئی) سابق فرنچ اولمپک اسنو بورڈر جولی پوماگالسکی برفانی طوفان کی زد میں آکر ہلاک ہوگئیں۔ 40 سالہ سابق فرنچ اولمپک اسنو بورڈر جولی پوماگالسکی برفانی طوفان کی زد میں آکر ہلاک ہوگئیں، ان کے ساتھ یہ حادثہ سوئس الپس میں پیش آیا۔ پوماگالسکی نے 2002 میں سالٹ لیک سٹی اولمپکس اور 2006 کے ٹیورن گیمز میں حصہ لیا تھا، 1999 میں انہوں نے ورلڈ چیمپئن شپ اسنو بورڈ کراس میں سونے کا تمغہ جیتا تھا۔ سابق فرنچ اولمپک اسنو بورڈر جولی پوماگالسکی برفانی طوفان کی زد میں آکر ہلاک ہوگئیں۔ 40 سالہ سابق فرنچ اولمپک اسنو بورڈر جولی پوماگالسکی برفانی طوفان کی زد میں آکر ہلاک ہوگئیں۔

ورلڈ کپ 92ء کا فائنل میرے کرکٹ کیریئر کا بیسٹ ڈے تھا، وسیم اکرم

ایک پوسٹر کی تصویر شیئر کی جو 1992ء کے ورلڈ کپ کی یاد میں خصوصی طور پر تیار کیا گیا ہے

اسلام آباد (این این آئی) قومی کرکٹ ٹیم کے سابق کپتان وسیم اکرم نے 1992ء کے ورلڈ کپ کے فائنل کو اُن کے کرکٹ کیریئر کا سب سے بہترین دن قرار دے دیا۔ تفصیلات کے مطابق آج کے دن 29 سال قبل پاکستان نے عالمی سطح پر بڑا اعزاز اپنے نام کیا تھا، پاکستان کے موجودہ وزیراعظم عمران خان کی سربراہی میں قومی کرکٹ ٹیم نے پہلا اور واحد ورلڈ کپ جیتا تھا۔ اس موقع پر جہاں شائقین کرکٹ اس دن کے یادگار لمحات سوشل میڈیا پر شیئر کر رہے ہیں تو وہیں اس 92 کے فائنل میں عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے وسیم اکرم نے بھی اپنے تصدیق شدہ ٹوئٹر اکاؤنٹ پر خصوصی ٹوئٹ کیا ہے۔ وسیم اکرم نے ٹوئٹر پر ایک پوسٹر کی تصویر شیئر کی جو 1992ء کے ورلڈ کپ کی یاد میں خصوصی طور پر تیار کیا گیا ہے۔

ٹوکیو 2020 اولمپکس کی مشعل فوکوشیما روشن کردی گئی

ٹوکیو (این این آئی) کورونا وائرس کے سبب گزشتہ برس ملتوی کیے گئے ٹوکیو 2020 اولمپکس کی مشعل جاپان کے شہر فوکوشیما میں روشن کردی گئی۔ 121 روز کے دوران 47 ملکوں کا سفر کر کے مشعل واپس ٹوکیو پہنچے گی۔ واضح رہے کہ ٹوکیو اولمپکس کا انعقاد رواں برس 23 جولائی سے 8 اگست تک جاپان میں منعقد کیا جائے گا۔ خیال رہے کہ کورونا وائرس کے باعث جاپان میں ہونے والے ٹوکیو اولمپکس 2020 ایک سال کے لیے ملتوی کردیا گیا تھا۔ اس بات پر بھی اتفاق کیا گیا تھا کہ اولمپک مشعل جاپان میں ہی رہے گی اور اولمپک گیمز کا نام ٹوکیو اولمپک 2020 ہی رہے گا۔ خیال رہے کہ کورونا وائرس کے باعث جاپان میں ہونے والے ٹوکیو اولمپکس 2020 ایک سال کے لیے ملتوی کردیا گیا تھا۔

نریندر مودی کی عمران خان کو لکھی گئی ٹوئٹ سے مجھے خوشی ہوئی

نریندر مودی کی عمران خان کو لکھی گئی ٹوئٹ سے مجھے خوشی ہوئی، کیون پیٹرسن

لندن (این این آئی) انگلینڈ کے سابق مشہور بیٹسمین کیون پیٹرسن نے پاک بھارت تعلقات پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ نریندر مودی کی عمران خان کو لکھی گئی ٹوئٹ سے مجھے خوشی ہوئی وزیراعظم عمران خان کے کورونا میں مبتلا ہونے کے بعد 20 مارچ کو بھارتی وزیراعظم نریندر مودی نے ٹوئٹر پیغام کے ذریعے عمران خان کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کیا تھا جس کے ردعمل میں کیون پیٹرسن نے ٹوئٹ کر کے کہا ہے کہ نریندر مودی کی عمران خان کو لکھی گئی ٹوئٹ سے مجھے خوشی ہوئی۔ کیون پیٹرسن نے اپنے پیغام میں لکھا کہ پاکستان اور بھارت کے میدان میں اور باہر اکٹھے ہونے کے خواب کو تعبیر مل سکے گی۔ اس سال نے ہمیں دکھا دیا کہ ہم سب کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے۔ سابق انگلش بیٹسمین نے دونوں ملکوں کے درمیان اچھے تعلقات آگے بڑھنے کی امید بھی ظاہر کی۔ واضح رہے کہ بھارتی وزیراعظم نریندر مودی نے وزیراعظم عمران خان کے لئے ٹوئٹر پر نیک خواہشات کا اظہار کیا تھا۔ جبکہ یوم پاکستان کے موقع پر بھی نریندر مودی نے وزیراعظم عمران خان کو خط لکھا تھا۔

اٹلی کے شہر موزہ میں یوئیفا چیمپئن لیگ کوارٹر فائنل میں بارسلونا کی کھلاڑی جینفر، ایلکسا اور کھیارا مانچسٹر ٹیم کے خلاف تیسرا گول کرنے پر خوشی کا اظہار کر رہی ہیں

میامی میں برطانوی کھلاڑی جوہانہ کونٹا میامی اوپن میں سروس ایوارڈ دکھا رہی ہیں

بقیہ 1

ہونے پر خوشیاں منانے والے جانتے ہیں کہ الیکشن تو ہونا ہے، عوام نے ووٹ تو ڈالنا ہے۔ کیوں ڈرتے ہو عوام سے؟ کیوں ڈرتے ہو ووٹ سے؟ کیوں ڈرتے ہو یوم حساب سے؟ اس لیے کہ عوام تم سے بیزار ہے اور ووٹ کی پرچی تمہاری جعلی حکومت کے لیے موت کا پروانہ ہے۔ مریم نوز نے لکھا کہ کیوں ڈرتے ہو عوام سے؟ کیوں ڈرتے ہو ووٹ سے؟ کیوں ڈرتے ہو یوم حساب سے؟ اس لیے کہ عوام تم سے بیزار ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ لوگ کبھی عدالت جاتے کہ عوام کو ووٹ سے روکو، کبھی عدالت جاتے کہ مریم کے ساتھ عوام کو آنے سے روکو۔ کبھی عدالت جاتے کہ عوام کو ووٹ سے روکو کبھی عدالت جاتے کہ مریم کے ساتھ عوام کو آنے سے روکو۔ تین سال عوام کا استحصال کرنے والے عوام میں جانے سے دوڑ گئے۔ یہ ادارے عوام کے ہیں، عوام کے غیظ وغضب سے تمہیں ادارے نہیں بچا سکتے۔ سلیکٹڈ الیکشن سے بھاگے گا نہیں تو اور کون بھاگے گا؟ انہوں نے کہا کہ تین سال عوام کا استحصال کرنے والے عوام میں جانے سے ڈر گئے۔ یہ ادارے عوام کے ہیں، عوام کے غیظ وغضب سے تمہیں ادارے نہیں بچا سکتے۔ سلیکٹڈ الیکشن سے بھاگے گا نہیں تو اور کون بھاگے گا؟۔

بقیہ 2

خاندانوں کو 10 لاکھ روپے تک کی ہیلتھ انشورنس فراہم کرنے کی منظوری بھی دے دی ہے، اسپیکر کا عہدہ غیر جانبدار ہے وہ اسمبلی اجلاس میں سیاسی امور پر رولنگ نہیں دے سکتے، کوئٹہ میں احتجاج کے لئے مخصوص جگہ مختص کرنے کی تجویز بھی زیر غور ہے، موجودہ حکومت نے اب تک 100 سے زائد قوانین منظور کئے ہیں جو گزشتہ حکومتوں نے نہیں کیا۔ یہ بات صوبائی وزیر تعلیم سردار یار محمد رند، صوبائی وزیر خزانہ میر ظہور بلیدی، صوبائی وزیر خوراک سردار عبدالرحمٰن کھیتران نے وزیراعلیٰ سیکرٹریٹ میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہی۔ سردار یار محمد رند نے کہا کہ کابینہ نے ایک سال کے لئے 1493 جی پی ای اساتذہ کے کنٹریکٹ میں توسیع کر دی ہے جبکہ وزیراعلیٰ نے اس معاملے کو مستقل طور پر حل کرنے کے لئے چار رکنی وزراء کمیٹی بھی تشکیل دی ہے جو 15 روز میں اپنی سفارشات مرتب کر کے وزیراعلیٰ کو پیش کریگی جنہیں آئندہ کابینہ اجلاس میں پیش کیا جائیگا، انہوں نے کہا کہ کمیٹی اپنی جانب سے پوری کوشش کریگی کہ اس معاملے میں جتنے بھی قانونی پیچیدگیاں ہیں انہیں دور کیا جائے انہوں نے کہا کہ حکومت نے تعلیم کو روز اول سے ترجیح دی ہے گزشتہ ایک سال کے دوران جتنے اقدامات ہوئے جلد ہی انہیں بھی سامنے لایا جائیگا۔ صوبائی وزیر خزانہ میر ظہور بلیدی نے کہا کہ کابینہ نے دو روزہ اجلاس کے دوران متعدد اہم فیصلے کئے ہیں بلوچستان کی 9 جامعات کے لئے ماڈل ایکٹ منظور کیا جا رہا ہے جس سے ان جامعات کے مسائل کو حل کیا جائیگا جامعہ بلوچستان کی سینڈیکیٹ کمیٹی میں 200 افراد ہیں انکی تعداد کو کم کیا جائیگا حکومت نے صوبے کے 17 لاکھ خاندانوں کے لئے ہیلتھ انشورنس پالیسی منظور کرلی ہے جس سے صوبے کے لوگ سرکاری اور نجی شعبوں میں علاج معالجے کی سہولیات حاصل کر سکیں گے انہوں نے کہا کہ کابینہ نے بلوچستان سیفٹی اینڈ ہیلتھ ایکٹ منظور کرلیا ہے جس سے 50 ہزار کان کنوں اور دیگر مزدوروں کو تحفظ فراہم ہوگا جھالاوان، لورالائی اور تربت میڈیکل کالجز کی پی ایم سی سے منظوری کے تمام لوازمات پورے کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ اسپیکر کا عہدہ آئینی اور غیر جانبدار ہے اسمبلی اجلاس کے دوران سیاسی معاملات پر اسپیکر رولنگ نہیں دے سکتے انہوں نے کہا کہ احتجاج ہر شہری کا جمہوری حق ہے احتجاج کے لئے لوگ مختلف فورم استعمال کرتے ہیں حکومت نے زیادہ سے زیادہ مسائل حل کرنے کے اقدامات کئے ہیں موجودہ حکومت کو یہ کریڈیٹ جاتا ہے کہ ہم نے ہر طبقے کے مسائل حل کرنے کی کوشش کی ہے انہوں نے کہا کہ حکومت نے اب تک 100 سے زائد قوانین اسمبلی سے منظور کئے ان میں متعدد قوانین میں بہتری کی ترامیم بھی شامل ہیں یہ کام گزشتہ حکومتیں نہیں کرسکیں حکومتی کارکردگی اسمبلی کے اندر اور انتظامی امور میں بہتر ہے۔ صوبائی وزیر خوراک سردار عبدالرحمٰن کھیتران نے کہا کہ صحت اور تعلیم مخلوط حکومت کی ترجیحات ہیں آج بلوچستان کا شناختی کارڈ رکھنے والا ہر شہری صحت انشورنس پروگرام میں شامل ہوگیا ہے اس پروگرام میں تمام ادارے آن بورڈ ہیں جبکہ منصوبے کو چلانے کے لئے بہترین انشورنس کمپنی کا انتخاب کرنے کے ساتھ ساتھ شفافیت کے لئے تمام تر اقدامات اٹھائے جائیں گے انہوں نے کہا کہ سیکرٹری صحت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ پروفیسر اور اسسٹنٹ پروفیسرز کے تبادلے کر سکیں تا کہ صحت کے شعبے اور میڈیکل کالجز میں موجود کمیوں کو پورا کیا جاسکے ڈیڑھ سال کے دوران کورونا وائرس کی وباء کے باوجود حکومت نے تاریخی اقدامات کئے ہیں اسپیکر بلوچستان اسمبلی کی ناراضگی سے متعلق سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ یہ گھر کے اندر کی باتیں ہیں انہوں نے کہا کہ وزیر اعلیٰ کی جانب سے تجویز دی گئی ہے کہ احتجاج کے لئے مخصوص مقام بنایا جاسکے اور جو بھی احتجاج کرے متعلقہ وزیر اور سیکرٹری مظاہرین سے مذاکرات کے لئے وہاں جائے انہوں نے کہا کہ سول ہسپتال میں بچوں کے لئے نئی وارڈ اور چلڈرن ہسپتال میں بھی دو نئے شعبے شروع کئے جا رہے ہیں انہوں نے کہا کہ صحت انشورنس اسکیم کے تحت 10 لاکھ روپے تک کا علاج کروایا جاسکے گا جبکہ موذی امراض کے مریضوں کو محکمہ سماجی بہبود کے انڈومنٹ فنڈ سے علاج کے لئے پیسے دیئے جائیں گے انہوں نے کہا کہ 18 سال سے کم عمر افراد کے سرپرست انکا علاج کروانے کے مجاز ہونگے۔

بقیہ 3

انہوں نے ضلعی صدر حاجی آمان اللہ خان کے حجرہ واقع کرنل شیر کلے میں میڈیا کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے کیا جس سے صوبائی سیکرٹری مالیات مختیار خان ایڈوکیٹ کے علاوہ ضلعی صدر حاجی آمان اللہ خان اور جنرل سیکرٹری نوابزادہ نے بھی خطاب کیا۔ اس موقع پر ثمر ہارون بلور کو پختون خواتین کی روایتی چادر (چیل) بھی پیش کیا گیا انہوں نے کہا کہ میڈیا کے اس دور میں آج سب احتجاج ٹویٹر اور فیس بک پر جاری ہے میڈیا کی اہمیت کے پیش نظر ساری دنیا کی نظریں ٹویٹر اور فیس بک پر لگی ہوئی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے سنا تھا کہ صوابی باچا خان بابا کا دوسرا گھر ہے اور یہ آج مجھے یہاں آکر ثابت ہوگیا کہ واقعی صوابی باچا خان بابا کا دوسرا گھر ہے یہاں کے پختون انتہائی مہمان نواز ہے جس کا تذکرہ میری آنے سے قبل حاجی غلام محمد بلور نے کیا تھا۔ صوابی کے خدائی خدمت گاروں اور کارکنوں نے ہر دور میں چلائی جانے والی تحریک میں اول دستے کا کردار ادا کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ صوابی اے این پی کا گڑھ ہے اور انشاء اللہ مستقبل میں بھی گڑھ رہے گا۔ اے این پی واحد سیاسی جماعت ہے جو پختون قوم کے حقوق کے حصول کے لئے عملی جنگ لڑ رہی ہے اس موقع پر صوبائی ترجمان مختیار خان ایڈوکیٹ نے پرنٹ، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ صوبے کے ہر اضلاع میں اے این پی کا فوکس میڈیا اور سوشل میڈیا ہے انہوں نے

کہا کہ 9واں سال شروع ہونے کو ہے لیکن پی ٹی آئی نے اب تک خیبر پختونخوا بلکہ صرف ضلع صوابی میں کوئی بھی میگا پراجیکٹ نہیں لا سکا پرانے منصوبوں پر تختیاں لگائی جارہی ہے اور عوام کو ترقیاتی منصوبوں کے نام پر دھوکہ دے رہے ہیں۔ مستقبل میں اپنی شکست نظر آنے پر پی ٹی آئی حکومت بلدیاتی انتخابات سے راہ فرار اختیار کر رہی ہے انہوں نے کہا کہ بلدیاتی انتخابات کے علاوہ آنے والے عام انتخابات میں بھی اے این پی بھاری اکثریت سے عوامی مینڈیٹ حاصل کرے گی۔ اور خیبر پختونخوا کے پختون انتخابات میں پی ٹی آئی کے بدترین کرپٹ حکومت کو شکست سے دوچار کرینگے۔ کیونکہ پی ٹی آئی حکومت نے صرف اور صرف ملک کے غریب عوام کو ٹارگٹ بنایا ہوا ہے، جس کے نتیجے میں بدترین مہنگائی، بے روزگاری، لاقانونیت اور بدامنی عروج پر ہے۔ پی ٹی آئی کی حکومت عملاً اس ملک کی ناکام ترین حکومت ثابت ہوچکی ہے ملک کے عوام اس ناکام حکومت سے چھٹکارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

بقیہ 4

آنا اور ضد کی وجہ سے موقع گوایا تو پھر اس ملک میں ہم سیاست کی بجائے پرچون کی دکان بنا کر بیٹھ جائے پی ڈی ایم استعفوں کے حوالے سے مشترکہ فیصلہ کریں ہم استعفیٰ دینے کیلئے تیار ہیں کیونکہ استعفیٰ اس لئے جمع نہیں کرائے کہ اسمبلیاں اپنی مدت پوری کرے سینیٹ الیکشن میں ریٹرننگ آفیسر نے اپنی جادوں کی چھڑی سے سات ووٹ مسترد کرنے پر ان کو تمغہ امتیاز ملنا چاہیے تھا پی ڈی ایم جن قوتوں کی خلاف اکٹھی ہوئی تھی وہ قوتیں دائرہ اختیار سے ہٹ کر پارلیمنٹ کے اختیارات اور آئین کی خلاف ورزی کر رہی ہے ہم نے کبھی بھی سرحدوں کی ذمہ داری نہیں اٹھائی ہے وزیر اعظم عمران خان کے پاس اتنی جرت نہیں ہے کہ لاپتہ افراد کی بازیابی کیلئے اس بھلا کے منہ میں ہاتھ ڈالے اور پاکستان پیپلز پارٹی مسلم لیگ (ن) جمعیت علماء اسلام سے رابطے ہوئے ہیں اور مثبت جواب ملا ہے ان خیالات کا اظہار سردار اختر جان مینگل نے (آن لائن نیوز) سے خصوصی بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ہم ایک پلیٹ فام پر اکٹھے ہوئے ہیں اس کو پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی کا نام دیا جا رہا ہے ہم کس مقاصد کیلئے اس تحریک میں آرہے ہیں نہ ہم کسی رتبے کیلئے اور نہ ہی کسی عہدے کیلئے اس تحریک میں شامل ہوئے ہیں تمام سیاسی پارٹیاں ایک اہم مقاصد یا گریٹر مقاصد کیلئے اکٹھے ہوئے ہیں میرا خیال میں اس کے مقابلے میں فائدے رتبے ہمارے لئے اہمیت نہیں رکھتی ہے اور دیکھا جائے تو پہلے ہم پاکستان تحریک انصاف کے اتحادی تھے وہاں بھی ہم نے رتبے عہدے اور وزارتوں کی آفرز بھی تھی لیکن ہم نے سب کچھ چھوڑ کر پی ڈی ایم میں آگئے ہیں تمام سیاسی جماعتوں کی کوششوں سے ایک پلیٹ فام بنایا بلوچستان نیشنل پارٹی کی آخری وقت تک کوشش رہے گی کہ کسی رتبے یا عہدے کیلئے ان اہم مقاصد کو روندا نہ جائے اس وقت سینیٹ الیکشن کے موقع پر ہماری پوزیشن واضح تھی اور آنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا اللہ عمر دراز دے اسی ریٹرننگ آفیسر کو جس نے اپنی جادو کی چھڑی سے سات ووٹوں کو مسترد کر دیا ویسے ایک یا دو ووٹ مسترد ہوسکتے تھے سات کے سات اکھٹے مسترد کرنے سے میرے خیال میں 23 مارچ کو ریٹرننگ آفیسر کو تمغہ امتیاز ملنا چاہیے تھا انہوں نے کہا کہ عہدے چاہیے اپوزیشن لیڈر کا ہو یا سینیٹ کا ہو ہم نے اپنا جدوجہد کا ٹارگٹ رکھا ہوا ہے، جس کیلئے ہم کہتے ہیں کہ جان ومال سب قربان کر دینگے تو پھر یہ عہدے ہمارے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہے اور نہ ہی رکھنا چاہیے ہم ملک میں آئین کی بالادستی آئین کی حکمرانی اور عدم مداخلت ہونے کی جو ذمہ داریاں اٹھائی ہوئی ہے کہ اس مقاصد کو ہم پورا کرینگے اس میں ہم نے بہت کچھ قربان اور کھونا بھی ہے انہوں نے کہا کہ کچھ ایسی باتیں بھی ہوتیں ہے کہ ہم میڈیا میں نہیں بول سکتے ہیں

بقیہ 5

کشیدگی کی ذمہ داری حکومت اور نیب پر ہوگی، مریم نواز کے خلاف سیاسی مقدمات بنائے گئے ہیں حکومت نیب کو استعمال کر رہی ہے، کرائے کے ترجمان کہتے ہیں پی ڈی ایم کی کوئی حیثیت نہیں لیکن اب حکومتی ارکان کو پتہ چل گیا کہ پی ڈی ایم کی کیا اہمیت ہے، (ن) لیگ اور پی ڈی ایم پرامن اور جمہوری سیاست پر یقین رکھتی ہیں، پی ڈی ایم آئینی راستہ اختیار کرے گی تاہم اگر ہمارا راستہ روکا گیا تو امن کی ذمہ داری حکومت کی ہوگی، عمران خان کی حکومت کے پاؤں اکھڑ چکے، الٹی گنتی شروع ہوگئی ہے۔ پی ڈی ایم رہنماؤں کے اجلاس کے بعد میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے مسلم لیگ (ن) پنجاب کے صدر رانا ثناء اللہ نے کہا کہ مریم نواز کو نیب کا نوٹس انتقام، ظلم وجبر اور سیاسی انتقام پر مبنی ہے، نیب کو پولیٹیکل انجینئرنگ کے لئے استعمال کیا جارہا ہے، نیب کی عمارت کو مریم نواز کی پیشی کے موقع پر رینجرز کے حوالے کر کے اس پر مورچے بنائے جا رہے ہیں، نیب دفتر کے اطراف میں 3 میل کے علاقے کو سیل کیا جا رہا ہے۔ حکومت نے لاہور ہائیکورٹ سے رجوع کیا ہوا تھا کہ عدالت مریم نواز کو کارکنوں کے ساتھ آنے سے روکے، اس حکومت کے ترجمان کہا کرتے تھے کہ مسلم لیگ (ن) کے ساتھ کوئی ہے ہی نہیں، عدالت عالیہ نے حکومت کی درخواست کو مسترد کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسلم لیگ (ن) اور پی ڈی ایم کی تمام جماعتیں پرامن اور آئینی جدوجہد پر یقین رکھتی ہیں۔ ووٹ کو عزت دو والے تشدد کا راستہ کبھی نہیں اپنا سکتے۔ کل اس خوفزدہ حکومت نے ہمارا راستہ نہ روکا تو پی ڈی ایم کی ساری قیادت مریم نواز کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لئے جانا چاہتی ہے، اگر پرامن لوگوں کو پرامن رہنے کا موقع دیا گیا تو میں گارنٹی دیتا ہوں کہ صرف مریم نواز کی گاڑی اندر جائے گی اور باقی سب باہر رہیں گے، اگر شہر کو بلاک یا سیل کیا گیا تو پھر معاملات کی ذمہ داری ان پر ہو گی۔ انتظامیہ ڈرے ہوئے حکمرانوں کے کہنے پر کوئی ایسا عمل نہ کریں ورنہ ان نتائج کی ذمہ داری حکمرانوں کے ساتھ چیف سیکرٹری سمیت دیگر انتظامیہ پر بھی ہوگی۔ ہم پرامن احتجاج ریکارڈ کروانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نیب کو ادارہ کہنا توہین ہے مریم نواز ماڈل ٹاؤن سے نیب آفس کے لئے روانہ ہوں گی۔ ریلی فیروز پور روڈ سے کینال روڈ کے راستے نیب آفس پہنچے گی۔ انہوں نے کہا کہ سپریم کورٹ نے ڈسکہ میں ری پولنگ کو بحال رکھا ہے۔ نیب نوٹس ہی تماشا ہے، بے بنیاد طور پر قیادت کو بلانے کی کیا ضرورت ہے۔ حکومت گزشتہ 3 دن سے کچھ نہیں کر رہی اور صرف اس پیشی کے لئے کام کر رہی ہے، تماشا حکومت نے بنایا ہوا ہے، حکومت نے نیب آفس کو ریڈ زون کیوں قرار دیا ہے، ماحول کو انتظامیہ خراب کرتی ہے، نیب دفتر کو رینجرز کے حوالے کرنے کی کیا ضرورت ہے، ہم نقصان نہ ہونے کی ذمہ داری لیتے ہیں لیکن ریڈ زون قرار نہ دیا جائے اور لوگوں کو روکا نہ جائے۔ انہوں نے کہا کہ مریم نواز نے شہر میں متعدد ریلیاں نکالی تھیں یہ حکومت کا خوف ہے، حکومت اپنی چوری چھپانے کے لئے یہ کر رہی ہے جس کے لئے گالم گلوچ بریگیڈ تیار کر رکھا ہے، حکومت کی ڈکیتیاں مسلسل جاری ہیں۔ پی ڈی ایم ایک سیاسی ایجنڈے پر اکٹھی ہے، 26 نکات میں سے ایک

آدھ نکتے پر اختلاف ہے تو باقی نکات پر تو اکٹھے ہیں۔ پیپلز پارٹی پنجاب کے صدر قمر زمان کائرہ نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہم سب بے لاگ احتساب کے حق میں ہیں لیکن نیب جو کچھ کر رہا ہے وہ احتساب نہیں ہے۔ اپوزیشن کے کسی بھی قدم پر نیب کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے۔ حکومت کی ایوان میں اکثریت نہیں رہی، یہ ہم نے سینٹ انتخابات میں ثابت کر دیا ہے۔ انتخابی اصلاحات اور بے لاگ احتساب کے لئے ہم سب ایک اور متحد ہیں۔ ہم کوئی جنگ یا نیب پر حملہ آور نہیں ہونے جارہے، ہم اپنا حق استعمال کرنے جا رہے ہیں، اس حکومت کی الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے۔

بقیہ 6

شاہراہ پر حادثات معمول بن گئے، تفتان قومی شاہراہ پر کردگاپ کے علاقے میں حادثہ پیش آیا جہاں مخالف سمت سے آنیوالی مسافر کوچ کار سے ٹکرا گئی، زخمی 11 سالہ لڑکا زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسا۔ حادثے میں کار میں سوار ایک ہی خاندان کے 8 افراد جاں بحق ہوگئے، جاں بحق افراد میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں۔ جاں بحق افراد کو مستونگ اسپتال میں ضروری کارروائی کے بعد ان کے آبائی علاقے نوشکی روانہ کر دیا گیا، واقعے سے علاقے کی فضا سوگوار ہیں۔

بقیہ 7

ذریعے اسٹیٹ بینک کو آئی ایم ایف کے حوالے کر رہی ہے جو ملک کی معاشی خودمختاری پر حملہ ہے۔ ترجمان نے کہا کہ نئے آرڈیننس کے ذریعے اسٹیٹ بینک حکومت کو جواب دینے کی بجائے براہ راست آئی ایم ایف کو جواب دہ ہوگا جس سے ملک دیوالیہ ہوجائے گا۔ ترجمان نے کہا کہ نا اہل اور سلیکٹڈ حکمرانوں کے پاس ملک کو چلانے کا کوئی تجربہ نہیں ہے وہ آرڈیننس کے ذریعے ملک کی سلامتی اور معاشی خودمختاری کو آئی ایم ایف کے حوالے کرنے کی سازشوں میں مصروف ہے۔ جس کی پاکستان پیپلز پارٹی سخت الفاظ میں مذمت کرتی ہے۔ ترجمان نے کہا کہ نا اہل حکمران ملک کو آئی ایم ایف کے پاس گروی رکھ کر ملک سے فرار ہوجائیں گے جو کسی بھی طرح پاکستان اور یہاں کے عوام کے مفاد میں نہیں ملک کی تمام سیاسی جماعتیں ملکر نا اہل حکمرانوں کی جانب سے ملک کو آئی ایم ایف کے پاس گروی رکھنے کی سازشوں کو ناکام بنائیں۔

بقیہ 8

گزشتہ روز دکی کے علاقے ناصر آباد روڈ پر مسلح افراد کی فائرنگ سے اختر محمد ولد بہادر خان عرف بڈو قوم کاکڑ زخمی ہوگیا۔ پولیس ذرائع کے مطابق ابتدائی طبی امداد کے بعد زخمی کو لورالائی منتقل کر دیا گیا واقعہ رشتے کا تنازع ہے۔

بقیہ 9

درخواست ضمانت جلد دائر کی جائے گی۔ تفصیلات کے مطابق اپوزیشن لیڈر شہباز شریف کی آمدن سے زائد اثاثہ جات کیس میں درخواست ضمانت تیار کرلی گئی، پیشی کیدوران شہباز شریف کو درخواست ضمانت پڑھائی گئی۔ جس کے بعد شہباز شریف نے درخواست ضمانت دائر کرنیکی اجازت دیتے ہوئے کمرہ عدالت میں وکالت نامے پر دستخط کر دیے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ شہباز شریف کی درخواست ضمانت جلد لاہور ہائی کورٹ میں دائر کی جائے گی۔

بقیہ 10

آن لائن شاپ پر مجموعی طور پر 30 ہزار روپے جرمانہ عائد کر دیا گیا ہے۔ جمعرات کو کراچی کی کنزیومر پروٹیکشن کورٹ میں آن لائن کپڑوں کی شاپ کی جانب سے صارف کو پھٹے ہوئے کپڑے دینے کی درخواست پر سماعت ہوئی۔ دوران سماعت عدالت کی جانب سے صارف کو نیا جوڑا دینے کا حکم دیتے ہوئے آن لائن کپڑے فروخت کرنے والی شاپ پر مجموعی طور پر 30 ہزار روپے جرمانہ عائد کر دیا گیا۔ عدالت کی جانب سے ریمارکس میں کہا گیا ہے کہ لوگ عدالتوں میں انصاف کے لیے آتے ہیں، جرمانہ ادا نہ کرنے کی صورت میں مزید جرمانہ عائد کیا جا سکتا ہے، آن لائن فراڈ کرنے والوں کو کسی صورت میں رعایت نہیں ملے گی۔ سماعت کے دوران درخواست گزار خاتون کی جانب سے کہا گیا کہ مجھے نئے کپڑوں کے بجائے پھٹے پرانے کپڑے دیئے گئے، میں نے ثقافت کے دن کی مناسبت سے کپڑے خریدے تھے۔ درخواست گزار نے کہا کہ نئے کپڑے نہ ملنے کی وجہ سے تقریب میں شریک نہیں ہو سکی تھی۔

بقیہ 11

انکشاف کیا ہے کہ سابق ہائی کمشنر نے اس وقت کے وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف سے سیکرٹری خارجہ کے عہدہ کی ڈیمانڈ کی تھی مگر وزیر اعظم نے انکار کر کے سینئر اعزاز چوہدری کو سیکرٹری خارجہ لگایا تھا جس کے بعد سابق ہائی کمشنر نے اپنی ریٹائرڈمنٹ کے بعد مختلف اوقات میں سابق وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کے خلاف ہرزہ سرائی شروع کر دی ان کے حالیہ بیان میں کوئی صداقت وحقیقت نہ ہے یہ جھوٹ کا پلندہ اور فضول سوچ کی اظہار وعکاس ہے، میاں محمد نواز شریف کے بیانیہ سے کشمیر کے معاملے پر نہ صرف عالمی سطح پر پاکستان کے موقف کی تائید کی گئی بلکہ اس سے پاکستان کی پوزیشن مضبوط ہوئی جس کی واضح دلیل بھارتی ایٹمی دھماکوں کے جواب میں میاں محمد نواز شریف کا سات ایٹمی دھماکے کر کے پاکستان کے دفاع کو ناقابل تسخیر بنانا ہے، ان خیالات کا اظہار انہوں نے پاکستان مسلم لیگ (ن) حلقہ پی پی 137 کے سینئر نائب صدر و سابق ممبر ضلع کونسل حاجی طارق محمود ڈوگر کی اقامت گاہ پر میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کیا، رانا تنویر حسین ایم این اے نے کہا کہ سابق ہائی کمشنر نے میاں محمد نواز شریف پر بھارتی وزیر اعظم نریندر مودی کے ساتھ جس دوستانہ تعلقات کا الزام لگا کر کشمیر کاز کو نقصان پہنچانے کی بات کی ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہے میاں محمد نواز شریف کی حب الوطنی پر انگلی نہیں اٹھائی جاسکتی انہوں نے ہمیشہ قومی سلامتی خودمختاری اور آزادی کے امور پر بڑا جرات مندانہ اسٹینڈ لیا ہے، پاکستان کا نیوکلیئر پاور ہونا میاں محمد نواز شریف کی ہی حب الوطنی کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے، انہوں نے کہا کہ مریم نواز کا نیب میں پیش ہونے کے موقع پر کارکنوں کا ان سے اظہار یک جہتی کرنا قطعی معیوب نہ ہے، میاں محمد نواز شریف کا بیانیہ ریاست کے خلاف نہیں بلکہ ووٹ کو عزت دو اور عوام کی طاقت کو تسلیم کرو کا بیانیہ ہے پی ڈی ایم میں شامل تمام جماعتوں کی منزل ایک ہے تاہم سوچ کے مختلف ہونے کو اختلاف کا نام نہیں دیا جاسکتا ہمارا مطالبہ اور حالات کا تقاضا ہے کہ وزیر اعظم خود ہی مستعفی ہو کر صاف شفاف انتخابات کا اعلان کر دیں اس سے ہی ملک کو مزید بحرانوں سے بچایا جاسکے، پیپلز پارٹی کی قیادت نے جو مہلت مانگی ہے ہمیں ان کے جواب کا انتظار ہے اس کے بعد ہی پی ڈی ایم کے پلیٹ فارم سے آئندہ کے لائحہ عمل کا اعلان کیا جائے گا۔

بقیہ 12

لانے پر پابندی کیلئے نیب کی استدعا مسترد کر دی۔ جسٹس سرفراز ڈوگر نے ریمارکس دیئے کہ ریاست کی ذمہ داری ہے حالات کنٹرول کرے۔ لاہور ہائیکورٹ میں مریم نواز کو نیب پیشی پر کارکنوں کو ساتھ لانے پر پابندی کیلئے درخواست پر سماعت ہوئی۔ عدالت نے ریمارکس دیئے کہ نیب لاہور ہائیکورٹ سے کیوں ریلیف مانگ رہا ہے؟ اس معاملے میں کیوں پڑیں، یہ سیاسی معاملہ ہے، نیب کی درخواست پر کیسے اور کیوں رٹ جاری کریں؟ قانون پر عمل کرنا ہر شہری کی ذمہ داری ہے، کوئی قانون کی پاسداری نہیں کرے گا تو قانون اپنا راستہ بنائے گا۔ لاہور ہائیکورٹ نے نیب کی درخواست نمٹا دی۔

بقیہ 13

قرار دیتے ہوئے کہا کہ اعلی عدلیہ کے فیصلے کے بعد عثمان بزدار سے فوری مستعفی ہوجانا چاہیے، عثمان بزدار نے پنجاب میں چھوٹی کٹھ پتلی کا رول ادا کرتے ہوئے لوکل گورنمنٹ کا سسٹم تباہ کیا، عثمان بزدار نے سیاست میں انٹری کا آغاز ہی لوکل گورنمنٹ سسٹم سے کیا، لیکن افسوس عثمان بزدار عمران نیازی کے دھوکے میں آ گئے اور پنجاب کا بلدیاتی نظام تباہ کر دیا۔ پنجاب کے گیارہ کروڑ عوام نے بلدیاتی نمائندوں کو پانچ سالوں کیلئے منتخب کیا۔ عمران نیازی نے اقتدار میں آتے ہی بلدیاتی حکومتیں پر شب خون مارا، دنیا بھر میں گلی محلوں کے مسائل کا حل لوکل باڈی کے نمائندے ہی کرتے ہیں۔ عمران نیازی امریکی اور یورپی نظام کی مثالیں دیتے نہیں تھکتے لیکن امریکہ اور یورپ میں لوکل باڈی کے نمائندے ہی اصل طاقت کا محور اور عوامی مسائل حل کر رہے ہیں۔ پنجاب میں بلدیاتی اداروں کی تباہی کے بعد اڑھائی سالوں میں ایک گلی یا گٹر کا ڈھکن تک نیا نہیں لگایا گیا۔ شام ہوتے ہی سٹریٹ لائٹس نہ ہونے کی وجہ سے گلیاں اندھیرے میں ڈوب جاتی ہیں، اس لیے آج ہر گلی اور محلوں سے لوگ حکومت کو بددعائیں دے رہے ہیں۔

بقیہ 14

کے گیارہ سو دن حکومت کے باوجود بھی وزیر اعظم رو رہے ہیں کہ مافیا کام کرنے نہیں دیتی مافیا تو کابینہ میں بیٹھی ہوئی ہے، اسمبلی اور سینیٹ میں موجود ہے۔ چوروں کو ٹکٹ دینگے، 60 کروڑ میں ٹکٹ لینے والے ایوان میں آکر خدمت نہیں عوام کی گردن مروڑیں گے دولت اور زر کے ان سومناتوں کو محمود غزنوی بن کر پاش پاش کرنا ہوگا۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے ضلع کونسل ہال جیکب آباد میں منعقدہ جماعت اسلامی ضلع جیکب آباد کے اجتماع ارکان سے خطاب کے دوران کیا۔ مرکزی نائب امیر اسد اللہ بھٹو، صوبائی جنرل سیکرٹری کاشف سعید شیخ، نائب امراء □ پروفیسر نظام الدین میمن، حافظ نصر اللہ عزیز، ڈپٹی جنرل سیکرٹری عبدالحفیظ بجارانی، ضلعی امیر حاجی دیدار علی لاشاری، جنرل سیکرٹری صادق علی ملغانی، مقامی امیر ہدایت اللہ رند سمیت دیگر مقامی رہنما بھی موجود تھے۔ سراج الحق نے مزید کہا کہ عدالتوں میں انصاف ملتا نہیں بلکہ بکتا ہے ہسپتالوں میں غریب کا علاج نہیں ہوتا بچے تعلیم سے محروم ہیں چند کرپٹ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں نے نظام کو یرغمال بنا رکھا ہے جو سیاسی دہشت گردی ہے انکا مقابلہ کرنا ہے اور قوم کو ان سے نجات دلانا ہے انتخابات میں ملک کے گلی گلی اور کوچے کوچے میں میر جعفر کے پیروکاروں کا مقابلہ کر کے انکو شکست دینا ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ عوام کو اب نئے لوگوں پر اعتماد کرنا ہوگا نیکی کرنے والے بہت ہیں ان سے استفادہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے، انہوں نے جماعت کے اراکین کو ہدایت کی کہ وہ معاشرے میں پھل دار درخت بنیں محبت بھائی چارے کو عام کریں جماعت اسلامی ایک تحریک ہے جو دین اسلام سنت نبوی ؟ کا انقلاب چاہتی ہے اور اسکا آغاز فرد سے ہوگا سڑکیں بنانا آسان کام ہے مشکل کام انسان کو انسان بنانا ہے جماعت اسلامی ایک فلسفہ اور ن؟ ظریہ رکھتی ہے دنیا میں جھگڑا نماز روزے کا نہیں وائٹ ہاؤس میں بھی رمضان میں افطاری کا اہتمام کیا جاتا ہے اسلام کو سیاسی معاملات سے بے دخل کرنے کے حربے کئے جا رہے ہیں کیا فرعون اور نمرود کو چیلنج نہیں کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ سیرت نبوی صہ پر عمل کرنے والا اخلاق اور ارادوں کو مضبوط ہوتا ہے یوٹرن نہیں لیتا جو صبح کو ایک بات کرے اور شام کو ایک مسلمان کا ظاہر اور باطن ایک ہونا چاہیے زندگی میں اگر سکون چاہتے ہو تو رات کو اللہ سے میٹنگ کرو، کم کھاؤ پر حلال کھاؤ اسی میں دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے جن کے سامنے حلال حرام، بغیر نکاح کے تعلق کا فرق نہیں جماعت اسلامی اسی لئے تو دیگر سیاسی جماعتوں سے مختلف ہے جماعت کا کارکن اللہ کے احکامات اور رسول ﷺ کی حرمت اور دین کی سرحد کا محافظ ہے۔ قبل ازیں امیر جماعت سراج الحق کا ڈسٹرکٹ کونسل ہال پہنچنے پر اللہ اکبر، سراج الحق قدم بڑھاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں کے نعروں کی گونج سے شاندار استقبال اور سندھ کا روایتی تحفہ اجرک و ٹوپی پیش کیے گئے۔

بقیہ 15

نے اپنی حکمت عملہ کو حتمی شکل دے دی ہے۔ ذرائع کے مطابق مریم نواز لاہور ماڈل ٹاؤن سے نیب آفس جائیں گی۔ ن لیگ نے لاہور ڈویژن سے منتخب اراکین کو ذمہ داریاں سونپ دہیں۔ رکن قومی و صوبائی اسمبلی کو 200 کارکن ساتھ لانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ مریم نواز ریلی کی صورت میں ٹھوکر نیاز بیگ پہنچیں گی۔ ریلی کے راستے میں جگہ جگہ استقبالیہ کیمپ بھی لگائے جائیں گے۔ مسلم ٹاؤن موڑ پر بڑا استقبالیہ کیمپ لگایا جائے گا۔

بقیہ 16

ہے جو سورت اخلاص پڑھنے سے ناواقف ہیں جو لمحہ فکر سے کم نہیں ہیں ان خیالات کا اظہار انہوں سنجاوی میں جامعہ مصدر العلوم کے زیر اہتمام عظیم سالانہ دستار فضیلت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا کانفرنس کی صدارت جمعیت علما اسلام کے مرکزی رہنما شیخ الحدیث مولانا شیر جان کی مقررین نے دستار فضیلت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ نااہل مسلط شدہ حکمرانوں کورونا وائرس کے آڑ میں اپنے حکمرانی کو طول دینے کے لیے مختلف حربے استعمال کر رہے ہیں جو ملک اور اسلام کے لیے نقصان دہ ثابت ہونگے انہوں نے کہا کہ دینی مدارس اسلام کے مضبوط قلعہ ہیں اور مملکت خداداد پاکستان کی بقا اور سلمیت کی علامت ہے دینی مدارس نے کردار کی روشنی اور فقر و درویشی سے مزین زندگی کے توسط سے اپنا آپ منوالیا ہے ملکی معیشت کو سنبھالا دینے کے لیے اسلامی نظام کا نفاذ اور اہل علم کی قیادت لازمی ہے جمیعت علما اسلام دینی مدارس کے پشت پر کھڑی ہے مقررین کا کہنا تھا یہ ملک اسلام کے نام پر بنا تھا لیکن سود جیسا گندہ عمل اب تک جاری وساری ہے، جس کی وجہ سے ہم سے برکتیں آٹھ ادی گئیں اس لیے کہ کفر وشرک کے بعد سب سے بڑا گناہ سودی کاروبار ہے انہوں نے کہا کہ دینی مدارس نے قیام پاکستان سے لے کر اب تک قران وسنت اور فقہ اسلامی کے علوم سے آراستہ ایک بڑی ٹیم تیار کی لیکن نہ صرف ان کو ملکی ترقی میں کردار نہیں دیا گیا بلکہ ان سے صرف اس لئے سوتیلا سلوک روا کیا گیا کہ ان کو انگریزی بولنا نہیں آتا انگریزی کو بطور ایک مفید زبان سیکھنا کوئی معیوب بات نہیں لیکن انگریزی کو پوری قوم پر مسلط کرنا ملک کی آزادی سے مذاق کے مترادف ہے مقررین نے مزید اس بات پر زور دیا کہ عصری علوم کے ماہرین نے خداد مملکت اسلامیہ کی 72 سالوں میں جو خدمت کی ہے وہ سب کے سامنے ہے اب علما کرام کو بھی ملک ملت کی خدمت کا موقع دیا جائے تا کہ قوم دونوں طبقات کے کردار کا موازنہ کر سکیں اخر میں علما اور حفاظ کرام کی دستار بندی کی گئی۔

بقیہ 17

کیوں کہ آئے روز ہماری شاہراہوں پر خونی تصادم کے نتیجے میں عوام لقمہ اجل بن جاتے ہیں انہوں نے کہا کہ وفاقی اور صوبائی بے حس حکومت کو صوبے کی ترقی کے ساتھ عوام کی جان ومال کی کوئی پرواہ نہیں ہے صرف اور صرف من پسند افراد کو نوازنے اور کرپشن کے ذریعے مال بنانے میں مصروف ہیں اس حوالے سے جمعیت علماء اسلام خاموش تماشائی نہیں بنے گی اور حکومت کی غفلت کے باعث مزید عوام کا کشت وخون نہیں دیکھنا چاہتی انہوں نے کردگاپ کے مقام پر تصادم کے نتیجے میں شہید ہونے والے خاندان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ان کی فوری دادرسی کرتے ہوئے معاوضہ دیا جائے انہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے

بقیہ 18

کرتے ہوئے کیا۔ 26 مارچ کو مریم نواز سے اظہار یکجہتی کے لیے جانا ہے اور اس مقصد کے لیے کارکنوں کو متحرک کریں گے۔ عبدالغفور حیدری نے کہا کہ قیادت کی پگڑیاں اچھالنا اور اسے مقدمات میں الجھانا نیب کا مشغلہ ہے، حکومت میں چینی اور آٹا چور موجود ہیں، فارن فنڈنگ کیس کا سالوں سے فیصلہ نہیں ہو رہا لیکن نیب کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب نیب اور اس کے قوانین بنائے جا رہے تھے تب بھی نیب کی مخالفت کی تھی، حکومت کا کوئی وژن اور کارکردگی نہیں۔ جے یو آئی رہنما کا کہنا تھا کہ ایسے ضمیر فروشوں کی نشاندہی کریں گے جنہوں نے پیسوں یا کسی اور وجہ سے ہمیں ووٹ نہیں دیا۔

بقیہ 19

ان خیالات کا اظہار آل بلوچستان پٹرولیم ایسوسی ایشن کے چیئرمین حاجی ولی محمد لہڑی، مرکزی انجمن تاجران بلوچستان کے صدر رحیم کاکڑ، سید قیام الدین آغا و دیگر تاجر رہنماؤں نے کوئٹہ پریس کلب میں مشترکہ پریس کانفرنس کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ مرکزی انجمن تاجران بلوچستان اور مرکزی انجمن تاجران و دکانداران بلوچستان روڈ کٹنگ کی مد میں انتہائی قلیل 690 روپے فی فٹ کے معاوضے کے عوض دکانیں گرانے کے خلاف الگ الگ احتجاج کر رہے تھے تاہم گزشتہ روز دونوں ایسوسی ایشنز کے رہنماؤں کا آل بلوچستان پٹرولیم ایسوسی ایشن کے چیئرمین حاجی ولی محمد لہڑی کے ہاں میٹنگ کا انعقاد ہوا جس میں دونوں ایسوسی ایشنز نے ایکشن کمیٹی متاثرین سریاب روڈ کے نام سے 14 رکنی کمیٹی تشکیل دی اور مشترکہ طور پر جدوجہد کرنا کا فیصلہ کیا اور سریاب روڈ پر جاری 3 احتجاجی کیمپوں کی بجائے طارق ہسپتال کے سامنے فیض آباد سریاب روڈ پر مشترکہ کیمپ لگانے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے علمائے کرام، سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں، دکانداروں و دیگر سے اپیل کی ہے کہ وہ سریاب روڈ کی توسیع کے مد میں دکانوں کو گھرانے کے خلاف ان کا ساتھ دیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت سبزی منڈی، بس اڈہ کی طرز پر تاجروں کو سریاب روڈ پر سرکاری اراضی پر متبادل دکانیں تعمیر کر دیں یا پھر انہیں معقول رقوم کی ادائیگی کرے کیونکہ 690 روپے صوبے کے کسی بھی ضلع میں فی فٹ زمین نہیں ملتی اور اگر وزیراعلی بلوچستان جام کمال لسبیلہ میں انہیں جتنی زمین بیچنا چاہیے 690 روپے فٹ کے حساب وہ خریدنے کو تیار ہیں۔ انہوں نے اپنا چارٹر آف ڈیمانڈ پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگر فوری طور پر حکومت نے سریاب روڈ متاثرین کو معقول رقم کی فراہمی یا پھر انہیں متبادل دکانیں فراہم نہیں کی تو وہ احتجاجی تحریک کی کال دیں گے جس میں قومی شاہراہوں اور پٹرول پمپوں کی بندش سمیت شٹر ڈاؤن وپہیہ جام ہڑتال، جلسے جلوس اور دھرنے شامل ہوں گے۔ اس موقع پر میر یاسین مینگل، نکری حمید بنگلزئی، حاجی عبدالسلام بادینی، ملک محمد حسین شاہوانی و دیگر بھی موجود تھے۔

بقیہ 20

مطابق خضدار کی تحصیل وڈھ میں ایک شخص کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا، جاں بحق شخص کی شناخت ماسٹر محبوب علی ولد شیر محمد زئی مینگل کے نام سے ہوئی ان پر فائرنگ اس وقت کی گئی جب کلی صالح محمد روڈ سے گزر رہے تھے۔

بقیہ 21

منعقد ہوا اس تقریب کی صدارت ضلعی صدر ایڈوکیٹ منظور کاکڑ نے کی اور اس کے مہمان خاص عوامی نیشنل پارٹی میں شمولیت کرنے والے ماہر تعلیم اور ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر حاجی عبدالغفار کدیزئی تھے اس موقع پر ممتاز قبائلی استاد حاجی عبدالرشید عبدالرحیمزئی نے بھی عوامی نیشنل پارٹی میں بھی شمولیت کا اعلان کیا اس پروقار تقریب سے ضلعی صدر منظور کاکڑ، حاجی عبدالغفار کدیزئی، ڈاکٹر عطاء گل حمزہ زئی، گنوخان غلزئی، شیر زمان صافی، حاجی عبدالمالک اتمانخیل، پروفیسر گل باران، ابراہیم ناصر، عبدالرشید عبدالرحیمزئی، عبدالمالک اتمانخیل، ملک ایاز موسیٰ خیل، سردار اعظم جان غلزئی اور دیگر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عوامی نیشنل پارٹی لورالائی میں سب سے بڑی جماعت بن کر ابھری ہے اس کی واضح مثال آئے روز شمولیتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کی پسندیدہ پارٹی صرف اور صرف عوامی نیشنل پارٹی ہے جہاں بھی پشتونوں پر کوئی ظلم ہوتا ہے سب سے پہلے عوامی نیشنل پارٹی انکی آواز بن کر مسائل حل کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ پشتونوں کی فلاح وبہبود کیلئے سب سے زیادہ قربانی اور شہادتیں بھی عوامی نیشنل پارٹی نے دی ہیں۔ لورالائی میں عوامی نیشنل پارٹی سرغنڈ سے لیکر چولو تک پہنچ چکی ہے اور عوام کا اعتماد صرف عوامی نیشنل پارٹی پر ہیں۔ منظور کاکڑ نے کہا کہ قوم پروست اور مذہبی جماعتوں نے عوام کیلئے جو وعدے کیئے تھے وہ صرف میڈیا تک محدود تھے لیکن اس پر کوئی عمل درآمد نہیں ہوسکا لیکن صرف اپنے تک محدود رہے عوامی نیشنل پارٹی نے عوام سے جو وعدے کیئے پورے کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پشتون بیلٹ میں دو نئے ڈویژن بننے جار رہے ہیں اس کا سحرا عوامی نیشنل پارٹی کے صوبائی صدر اور پارلیمانی لیڈر اور صوبائی وزراء کی مرعون منت ہیں اس ڈویژن کے بننے سے علاقے کی بے روزگاری میں کمی ہوگی اور عوام کے مسائل جلد از جلد حل ہونگے۔ انہوں نے کہا لورالائی کے جتنے بھی مسائل ہیں اس کیلئے آواز بلند کریں گے چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ مہمانوں کے اعزاز میں ایک پروقار پارٹی دی گئی۔

بقیہ 22

اوتھل کے نئے ایڈمن بلاک اور ایکڈمک بلاک کا افتتاح کیا اور پرنسپل بی آر سی پروفیسر مطیع الرحمان کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے ادارے کی کامیابی کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ پرنسپل نے مختصر دور میں کالج کو کامیابی کے جانب گامزن کر دیا ہے اور دن بدن کالج ترقی کے جانب گامزن ہے اور کالج کے مختلف پروجیکٹ پر کام تیزی کے ساتھ جاری ہے جس کو جلد پایہ تکمیل تک پہنچایا جائیگا اور کالج کا کام مکمل ہونے سے کالج ایک بہترین کالج بن کر سامنے آئے گا انہوں نے کہا کہ والدین ہمارے ہاں اپنے بچوں کو اس لیئے چھوڑتے ہیں کہ وہ ایک بہتر تعلیم حاصل کرسکیں اور ایک بہتر انسان ثابت ہوں انشا اللہ پوری کوشش کے ساتھ اساتذہ کی محنت و دلی لگن سے یہی بچے مستقبل کا معمار بن جاتے ہیں اور اپنے والدین ملک علاقے کا نام روشن کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ صوبائی حکومت کی ذاتی دلچسپی سے محکمہ ایجوکیشن کامیابی کے راہ پر گامزن ہے اور بڑے حد تک ایجوکیشن میں کامیابی آئی ہے اور مزید تیزی لانے کیلئے حکومت جامع منصوبہ بندی کے تحت اقدامات اٹھا رہی ہے، علاوہ ازیں سیکرٹری ہائیر ایجوکیشن بلوچستان محمد ہاشم غلزئی بی آر سی کالج اوتھل اور پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ کالج اوتھل میں پودے لگا کر شجرکاری مہم کا افتتاح بھی کیا جبکہ پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ کالج اوتھل کے طلبا سے ملاقات کی، جبکہ پرنسپل پروفیسر وانجینئر ظفر میراج نے پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ کالج اوتھل کے متعلق بریفنگ دی۔ اس موقع پر پروفیسر عبدالخالد انگاریہ، پروفیسر محمد یار، پروفیسر محمد لیاقت، پروفیسر فیصل شیخ، پروفیسر عبدالرزاق، انجینئر اسد خان، پروفیسر اعجاز، شکیل احمد مینگل، نورنگ بزدار و دیگر موجود تھے۔

بقیہ 23

سیکرٹری اطلاعات عبدالغنی شہزاد سیکرٹری مالیات میر سرفراز شاہوانی ایڈووکیٹ سالار حافظ مجیب الرحمن ملاخیل نے بلوچستان یونیورسٹی کی جوائنٹ ایکشن کمیٹی کے مطالبات اور احتجاج کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ جامعہ بلوچستان کا مالی بحران کا شکار ہونا بہت بڑا المیہ ہے ملازمین اور اساتذہ کا احتجاج پر ہونا تعلیمی شعبے کی زبوں حالی کا بین ثبوت ہے پوری دنیا میں اساتذہ اور تعلیمی اداروں کی جو اہمیت ہے اس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے لیکن دستیاب وسائل کے ہوتے ہوئے بھی حکومت کی جانب سے اساتذہ اور ملازمین کے ساتھ ناانصافی سماجی طور پر ظلم ہے جس کی کوئی بھی فرد اور تنظیم حمایت نہیں کر سکتی انہوں نے مطالبہ کیا کہ بلوچستان یونیورسٹی کے ملازمین اور اساتذہ کے ہاس ریکویزیشن طبی سہولیات اور الاؤنس کے متعلق مطالبات کو فوری طور پر تسلیم کر کے تعلیمی وانتظامی امور میں جاری خلل ختم کریں اس حوالے سے گورنر بلوچستان بحیثیت چانسلر اپنا آئینی کردار ادا کرتے ہوئے بلوچستان یونیورسٹی میں موجود غافل عملہ کی کارکردگی کا جائزہ لے کر جامعہ کو مالی بحران سے نکالیں، وفاقی اور صوبائی حکومت کے منہ پر طمانچہ ہے کلاس فور کے غریب ملازمین کو تنخواہیں کی کٹوتی باعث شرم ہے جمعیت علما اسلام ضلع کوئٹہ کے رہنماؤں نے کہا کہ جی پی اے اور سی اینڈ ڈبلیو اور بی ڈی اے کے ملازمین بھی سراپا احتجاج ہیں مگر حکومت ٹس سے مس نہیں ہو رہی اس پر بلوچستان اسمبلی کے اسپیکر کے یہ ریمارکس کہ " کبھی اتنے زیادہ احتجاج بلوچستان اسمبلی کے سامنے نہیں دیکھا "باعث شرم ہیں نے کہا کہ حکومت کے پاس اگر وژن ہے تو ان کا حل کیوں نہیں ہے، این ایف سی، سی سی آئی، پی پی ایل معاہدے، بے روزگاری سمیت دیگر مسائل حل کیوں نہیں ہوتے ہیں آئے روز کبھی جی پی ای اساتذہ، کبھی سی اینڈ ڈبلیو ملازمین کبھی بی ڈی اے کے ملازمین احتجاج کر رہے ہوتے ہیں مگر جام حکومت خواب غفلت سے بیدار ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی جبکہ بے اختیار وزرا کا پریس کانفرنس میں کیگئے دعوؤں پر یقین نہیں عملی طور پر عملدرآمد کا انتظار رہے گا۔

بقیہ 24

تودے تلے دب جانے والے 3 افراد کی لاشیں نکال لی گئی ہیں۔ اسسٹنٹ کمشنر کے مطابق سرگن کے گاؤں نیلم میں گزشتہ رات مکان پر برفانی تودہ گر گیا تھا، جس میں ایک ہی خاندان کے 5 افراد دب گئے تھے۔ واقعہ کے بعد ماں اور دو بچوں کی لاشیں نکال لی گئی ہیں، دیگر دو بچوں کی تلاش کے لیے اہل علاقہ کی جانب سے سرچ آپریشن جاری تھا۔ اسسٹنٹ کمشنر کے مطابق رابطہ سڑکیں بند ہونے کے باعث ریسکیو کی ٹیمیں جائے حادثہ نہیں پہنچیں، اس لیے مقامی افراد ریسکیو کا کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔

بقیہ 25

نعروں سے حل کرنے کے بجائے عملی اقدامات اور وسائل کے درست استعمال سے ہی حل کیئے جاسکتے ہیں انہوں نے کہا کہ اپوزیشن جماعتوں نے ماضی میں عوام کی کوئی خدمت نہیں کی آج وہ اقتدار سے محرومی کا رونا رو رہے ہیں اور نام نہاد احتجاجی مظاہروں سے حکومت کے کام میں روڑے دال کر ہمیں عوام کی خدمت سے روکنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن حکومت ایک وژن کے تحت عوام کی بلا امتیاز خدمت کر رہی ہے ہم کسی صورت اپوزیشن کے دباؤ میں آئینگے انہوں نے کہا کہ وفاقی وصوبائی حکومتیں اپنی آئینی مدت پوری کر کے دو ہزار تیئس میں عام الیکشن کرائی گی انہوں نے کہا کہ صوبائی حکومت تعلیم اور صحت کے شعبوں کو بڑی اہمیت دے رہی ہے لورالائی میں پانی کا مسئلہ ستر فیصد تک حل کر دیا ہے لورالائی کو ماڈل ضلع بنانا میرا خواب ہے جسکو عملی شکل ضرور دونگا انہوں نے کہا کہ وہ بلند بانگ نعروں کے بجائے عملی کام کے قائل ہیں عوام تبدیلی چاہتے ہیں اور بے بنیاد پروپیگنڈوں کو کوئی اہمیت نہیں دے رہے انہوں نے کہا کہ لورالائی میں تعلیم صحت زراعت صاف پانی اور مواصلات کے منصوبوں پر کروڑوں روپے کی لاگت سے ترقیاتی کام جاری ہے جسکا تخمینہ اربوں تک ہے انہوں نے کہا کہ بے روزگار نوجوانوں کو روزگار کی فراہمی کیلئے ترجیحی بنیادوں پر آرڈرز کا سلسلہ بھی جاری ہے علاقے میں ترقی وخوشحالی لانے کیلئے روزگار کی فراہمی بے حد لازمی ہے انہوں نے کہا کہ اپنی کارکردگی سے مطمئن ہوں اور ہمیشہ عوام کی عدالت میں اسے پیش کرنے کیلئے تیار ہوں انہوں نے کہا کہ عوام نے مجھے دومرتبہ الیکشن میں کامیاب کرایا جبکہ تیسری مرتبہ بھی میری جیت کو ہار میں بدلا گیا یہ بات ثابت کرتی ہے کہ عوام نے ہمیشہ مجھ پر اعتماد کیا ہے اور میری کوشش ہے کہ میں عوام کے اعتماد کو کسی صورت ٹھیس نہیں پہنچاؤنگا۔

بقیہ 26

تنگ آچکے ہیں اور وہ ماضی میں مسلم لیگ (ن) کے ملک کی ترقی وخوشحالی کے کردار کو یاد کر رہے ہیں اور این اے 249 کے مرد وخواتین و نوجوانوں سمیت بچوں نے بھی مسلم لیگ کا جھنڈا اٹھا لیا ہے جس کی واضح مثال انہوں نے متواتر ہر جگہ بھرپور استقبال کر کے یہ ثابت کر دیا کہ وہ اپنا ووٹ شیر کے نشان پر مہر لگا کر مسلم لیگ (ن) کو کامیاب کرینگے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے پی ایس 116 ضلع کیماڑی کے سابق چیئرمین یوسی 36 رفیق خان کے این اے 249 کے الیکشن آفس کے افتتاح کے موقع پر کیا۔ اس موقع پر مسلم لیگ (ن) کراچی کے صدر انجینئر سلمان خان نے کہا کہ مسلم لیگ (ن) این اے 249 کے اُمیدوار مفتاح اسماعیل کی کارکردگی کو سب جانتے ہیں انہوں نے وزیر خزانہ ہوتے ہوئے بھی اپنے رابطے نچلی سطح پر بھی ہمیشہ برقرار رکھے۔ اسی بناء پر ہر جگہ مفتاح اسماعیل کا بھرپور استقبال ہو رہا ہے اور عوام نے الیکشن سے قبل ہی مسلم لیگ (ن) کے نامزد اُمیدوار مفتاح اسماعیل کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ انجینئر سلمان خان نے مزید کہا کہ دیگر جماعتوں سمیت پی ڈی ایم سے بھی رابطہ ہو رہا ہے اور بات چیت کے بعد مفتاح اسماعیل نمائندہ مشترکہ اُمیدوار ہونگے۔ میزبان رفیق خان نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ان شاء اللہ تعالی ہم اس الیکشن میں بھرپور کامیابی حاصل کر کے عوام کی خدمت کریں گے۔ اس موقع پر سینئر نائب صدر کراچی عصمت انور محسود، ترجمان کراچی بخت حسن، حبیب الرحمٰن، میزبان رفیق خان، خان محمد تنولی، چوہدری محمود حسین آرائیں، ایڈوکیٹ محمود حسین، پروین بشیر، خالد رفیق، خالد اقبال و دیگر بھی موجود تھے۔

بقیہ 27

کوکیاں میں میاں بیوی اور دو بچے قتل کر دیئے گئے میڈیا رپورٹ کے مطابق ڈسکہ کے علاقے تھانہ موترہ کے گاؤں کوٹلی کوکیاں میں چار افراد کو قتل کر دیا گیا، قتل ہونے والوں میں میاں بیوی اور دو بچے شامل ہیں۔ پولیس حکام ڈسکہ کے مطابق مقتولین میں 35 سالہ عدنان، اس کی اہلیہ مشال جو حاملہ تھی، بیٹا عبدالہادی اور بیٹی ہانیہ شامل ہیں، عدنان کو گولیوں سے اور بچوں اور خاتون کو آہنی راڈوں کے وار سے قتل کیا گیا۔ پولیس کے مطابق مقتول عدنان کا والد بشارت پراسرار طور پر غائب ہے، اور تحقیقات میں پتہ چلا ہے کہ عدنان کا اپنے باپ سے جائیداد کا تنازعہ چل رہا تھا، جب کہ بشارت نے عدنان کی والدہ کو طلاق دے کر دوسری شادی کر لی تھی۔

بقیہ 28

گلگت بلتستان علی امین خان گنڈا پور نے گلگت بلتستان کے علاقے نلتر میں پانچ افراد کے قتل کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایسے واقعات کی جتنی بھی مزمت کی جائے وہ کم ہے انہوں نے متاثرہ خاندان سے گہری ہمدردی اور افسوس کا اظہار کیا اور یقین دلایا کہ اس المناک واقعہ کی مکمل تحقیقات کی جائیں گی اور واقعہ میں ملوث مجرم قانون کے شکنجے سے کسی صورت میں نہیں بچ پائیں گے، انہوں نے عوام سے اپیل کی کہ وہ پرامن رہیں اور کسی کی سازش میں نہ آئیں، انہوں نے کہا کہ پوری قوم متاثرہ خاندان کے غم میں برابر کی شریک ہے اور متاثرہ خاندان کو ہر صورت میں انصاف فراہم کیا جائے گا۔

بقیہ 29

میں مسلح افواج کی پریڈ میں لڑاکا طیاروں نے فضاء میں کرتب دکھا کر ناظرین پر سحر طاری کر دیا، شیر دل ٹیم نے خوبصورت فارمیشنز سے آسمان پر رنگ بکھیر دیئے، تینوں مسلح افواج اور سکیورٹی فورسز کے دستوں نے مارچ پاسٹ میں حصہ لیا، دفاعی ساز وسامان کی نمائش کی گئی، پاکستان سے اظہار یکجہتی کیلئے برادر ملک ترکی سے آئے سولو ایروبیٹکس کی دنیا کے بے تاج بادشاہ سولوترک نے اپنی جنگی مہارت کے جوہر دکھائے، کنگ آف بیٹل آرمڈ کور میں شامل ٹینکوں، توپ خانوں، ریڈار کنٹرول اور ایئر ڈیفنس کے دستوں کا شاندار دبدبہ بھی دیکھنے میں آیا، جدید میزائل ٹیکنالوجی بابر کروز، نصر، غزنوی اور شاہین میزائلوں نے دشمن کے دل دہلا دیئے، ڈرون طیارے شاہپر ٹو اور مسلسل کئی گھنٹے پرواز کی صلاحیت رکھنے والے البراق کی نمائش کی گئی، ایس ایس جی کے کمانڈوز نے اللہ ہو کے نعرے لگاتے ہوئے ناظرین کے دل جیت لئے۔ تفصیلات کے مطابق یوم پاکستان کے موقع پر شیڈول پریڈ موسم کی خرابی کے باعث 23 مارچ کی بجائے 25 مارچ جمعرات کو منعقد ہوئی۔ آرمی اسکول آف میوزک کے بینڈ نے ملی نغموں کی دھنیں پیش کر کے یوم پاکستان پریڈ کی تقریب کا آغاز کیا جبکہ شکر پڑیاں کے پریڈ گراؤنڈ میں قومی علم کو 21 توپوں کی سلامی پیش کی اور 105 فیلڈ رجمنٹ نے قومی علم کو سلامی دی گئی۔

بقیہ 30

ہے ایسے صنعتی ترقی نہیں چاہیے جو لوگوں کو بے گھر کرے میں اسلام آباد میں ہوتا ہوں وہاں حب میں صنعتی ترقی صرف کاغذوں کی حد تک ہے عملی طور پر ابھی کچھ نہیں پھر ساکران میں مقامی آبادی کو بے دخلی کا نوٹس دینا سمجھ سے بالاتر ہے انہوں نے کہا کہ صوبائی حکومت کے کہنے پر لسبیلہ کی ضلعی انتظامیہ نے ساکران کے قدیمی گوٹھوں کے مکینوں کو بے دخل کرنے کا نوٹس بھیجا ہے لسبیلہ کی ضلعی انتظامیہ ریاست کا ملازم کے بجائے ایک شخص کے غلام کا کردار ادا کر رہی ہے اور ہمیں سب پتہ ہے کہ ضلعی انتظامیہ کیوں غلامی کر رہی ہے کیونکہ لسبیلہ میں اسمگلنگ کے کاروبار سے پیسے کما رہی ہے لسبیلہ میں ضلعی انتظامیہ کہاں کہاں سے پیسے لے رہی ہے ہم سے اگر کوئی بحث کرنا چاہے دستاویزات کے ساتھ ثبوت دینگے اس لیے لسبیلہ کے ضلعی انتظامیہ کو بتانا چاہتے ہیں کہ وہ ایک شخص کی غلامی کے بجائے عوام کا ملازم بن جائے جس کی بھرتی کے وقت انہوں نے قسم کھائی ہے انکا کہنا تھا کہ ساکران جن گوٹھوں صنعتی ترقی کے نام پر بے دخل کیا جارہا ہے وہ پاکستان بننے سے پہلے آباد ہیں انکو کسی صورت بے دخل کرنے نہیں دینگے جو صنعتی ترقی کے نام پر لوگوں کو سیاسی انتقام کا نشانہ بنا رہے ہیں وہ ونڈر میں کیوں صنعتی ترقی نہیں لاتے ساکران کے مقامی آبادی کو بے دخل کرنے پہلے زیرو پوائنٹ پر ہزار ایکڑ اراضی صنعتی زون کے لیے مختص کیا وہاں آج تک صنعتی ترقی کیوں نہیں لائے حب اور ساکران میں کوئی صنعتی ترقی نہیں آرہی یہ کچھ لوگ مقامی لوگوں سے سیاسی انتقام لے رہے ہیں رکن قومی اسمبلی نے کہا کہ ساکران کے ان گوٹھ والوں کو جنکو نوٹس جاری ہوئے ہیں سے گزارش کرتا ہوں کہ ہم انکے مسئلے کو عدالت لیجارہے ہیں قانونی طریقہ اپناتے ہوئے قانون کا دروازہ کھٹکائیں گے لیکن تمام گوٹھ والوں سے گزارش ہے کہ انکو ہوسکتا ہے ضلعی انتظامیہ کی جانب سے ڈرایا جائے کیونکہ ضلعی انتظامیہ سیاسی آلہ کار بن چکا ہے تو وہ ہوسکتا ہے گوٹھ مکینوں کو بے دخل کرنے کے بدلے کوئی معاوضہ کا لالچ دے تو کسی نے کوئی معاوضہ نہیں لینا اگر کسی نے معاوضہ لیا تو ہم قانونی طور کمزور ہوجائیں اور وہ اپنی جدی پشتی زمینوں سے محروم اس لیے کوئی کچھ بھی کرے معاوضہ نہیں لینا انہوں نے کہا کہ اپنے حق کے لیے ہر سطح پر جائیں گے قانون کا ہر راستہ اپنائیں گے اگر کسی نے زبردستی کرنے کی کوشش کرے تو اسکو روکنا بھی جانتے ہیں اپنے حق کے لیے جیل جانا پڑا تو بھی جائیں گے جیل بھی مرد کے لیے بنا ہے اپنا حق کسی صورت دوسروں کو کھانے نہیں دینگے ہمارے وکیل نے درخواست جمع کی ہے مزید قانونی پہلوؤں کا جائزہ لے رہے ہیں ہر صورت ساکران کے لوگوں کا حق انکو دلا کر رہیں گے بعد ازاں رکن قومی اسمبلی محمد اسلم بھوتانی نے قبائلی شخصیت سابق کونسلر لالا عبدالمجید مینگل کی وفات پر انکے فرزندان سے تعزیت کی اس موقع پر محمد ابراہیم دودا محمد عالم انگاریہ بابو فیض شیخ یار جان بلوچ اللہ بخش دلاری فرید دلاری وڈیرہ عالم براد گنگو و دیگر انکے ہمراہ تھے۔

بقیہ 31

خان ایڈوکیٹ سے فاتحہ خوانی اور اظہار تعزیت کی اس موقع پر جمعیت علماء اسلام کے رہنماء حاجی شکور خان اچکزئی، حاجی ولی محمد خان اچکزئی، وزیر اعلیٰ اسسٹنٹ سردار ولی خان اور دیگر موجود تھے انہوں نے مزید کہا کہ ضلع قلعہ عبداللہ عرصہ دراز سے پسماندہ رکھا گیا ہے۔ جس کی ترقی کیلئے ہم سب نے یکجا ہو کر کردار ادا کرنا ہوگا تا کہ علاقے کو ترقی ملے اور علاقہ ترقی یافتہ ہوجائے انہوں نے مزید کہا کہ چمن کے عوام اصغر خان اچکزئی سے ہر موقع پر تعاون کریں کیونکہ اصغر خان اچکزئی نے جو ترقیاتی کام علاقے میں کیے ہیں اس کے نظیر کسی بھی دور میں نہیں ملتے ہیں انہوں نے مزید کہا کہ ہم علاقے کے روزگار کی بحالی کیلئے یہاں کے عوام کا ہر موقع پر ساتھ دینگے اور حکومت سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ وہ یہاں کے عوام کیلئے روزگار کے مواقع پیدا کر کے ان کو روزگار فراہم کریں تا کہ نوجوان نسل بے راہ روی کا شکار ہونے سے بچ جائے اور اپنے خاندانوں کی کفالت بہتر انداز سے کر سکے۔

بقیہ 32

ملاقات کی اور پیپلز پارٹی میں شمولیت کا اعلان کیا۔ پیپلز پارٹی شعبہ خواتین کی مرکزی صدر و رکن سندھ اسمبلی فریال تالپور سے پی ایس 72 اور این اے 230 سے تعلق رکھنے والی مختلف سیاسی شخصیات نے ملاقات کی اور پیپلز پارٹی میں شمولیت کا اعلان کیا۔ شمولیت کرنے والوں میں سابق یوسی چیئرمین محمد یعقوب سومرو اور سابق یوسی چیئرمین چوہدری اسلم کمبوہ شامل ہیں۔ اس موقع پر علاقے کے معززین پٹیل عثمان سومرو، چوہدری محمد اسلم، پگارہ عثمان پنہور اور اکبر پنہور نے بھی پیپلز پارٹی میں شمولیت کا اعلان کیا۔ انہوں نے پیپلز پارٹی کے چیئرمین بلاول بھٹو زرداری اور سابق صدر آصف علی زرداری کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔ اس موقع پر پیپلز پارٹی کے ارکان اسمبلی میر منور تالپور، میر غلام علی تالپور، تاج محمد ملاح اور میر وقار تالپور بھی موجود تھے۔ فریال تالپور نے شمولیت کرنے والی شخصیات کو پارٹی میں خوش آمدید کہا۔ اس موقع پر انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی عوام کی واحد نمائندہ جماعت ہے، جو ملک میں حقیقی جمہوریت اور خوشحالی کے لیئے جدوجہد کر رہی ہے۔ ملک کو درپیش بحرانوں سے فقط پیپلز پارٹی ہی نکال سکتی ہے، آئندہ الیکشن کے بعد وفاق سمیت چاروں صوبوں میں پیپلز پارٹی کی حکومت ہوگی۔

بقیہ 33

ہزار 946 مثبت کیسز رپورٹ ہوئے ہیں۔ نیشنل کمانڈ اینڈ آپریشن سینٹر کی جانب سے جاری کردہ اعداد وشمار کے مطابق گزشتہ 24 گھنٹوں کے دوران 38 ہزار 858 کورونا ٹیسٹ کئے گئے، جس کے بعد مجموعی کووڈ 19 ٹیسٹس کی تعداد 99 لاکھ 34 ہزار 373 ہوگئی ہے۔ گزشتہ 24 گھنٹوں کے دوران ملک بھر میں مزید 3 ہزار 946 مثبت کیسز رپورٹ ہوئے ہیں۔ اس سے قبل 24 جون 2020 کو ایک دن میں سب سے زیادہ 3 ہزار 892 مثبت کیسز رپورٹ ہوئے تھے۔ لہٰذا تقریباً 9 ماہ بعد ملک میں کورونا کے ایک دن میں سب سے زیادہ مثبت کیسز رپورٹ ہوئے ہیں۔ اس طرح پاکستان میں کورونا کے مصدقہ مریضوں کی تعداد 6 لاکھ 40 ہزار 988 ہوگئی ہے۔ سرکاری اعداد وشمار کے مطابق اب تک سندھ میں 2 لاکھ 63 ہزار 815، پنجاب میں 2 لاکھ 05 ہزار 314، خیبر پختونخوا میں 81 ہزار 787، اسلام آباد میں 53 ہزار 684، بلوچستان میں 19 ہزار 395، آزاد کشمیر میں 12 ہزار 016 اور گلگت بلتستان میں 4 ہزار 977 افراد میں کورونا وائرس کی تشخیص ہوئی ہے۔ سرکاری اعداد وشمار کے مطابق اس وقت ملک بھر میں کورونا کے فعال مریضوں کی تعداد 37 ہزار 985 ہے۔ جب کہ ڈھائی ہزار سے زائد مریضوں کی حالت تشویشناک ہے۔

بقیہ 34

ترجمان آج کل اخلاقیات دوستی کی بات کرتے ہے، انکو پتا ہوتا ہے کہ کب سٹیٹ بنک جیسے اداروں کو گروی رکھنا ہوتا ہے، سٹیٹ بنک کو آئی ایم ایف میں گروی رکھوانے کے خلاف مکمل جنگ کریں گے۔ میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے مریم اورنگزیب نے کہا ہے کہ شہباز شریف کی جیل میں اپنی میڈیکل رپورٹس ہی نہیں دی جاتی، ایک مہینے پہلے ٹیسٹ ہوئے اور ابھی تک انکی میڈیکل رپورٹ نہیں دی گئی، شہباز شریف کے خلاف جب کوئی کرپشن نہیں ملی تو میڈیکل رپورٹ چھپا لی، یہ وہ چور ہیں جو چوری کر رہے ہیں، جو خود چور ہیں وہ مہنگائی کو 3 سے 16 فیصد پر لے گئے، گیس کی قیمت پر 800 سے 1400 تک لے گئے، 14 ہزار ارب روپے کا قرضہ لے کر ریکارڈ بنالیا، چور چور کے نعرے لگانے والے ملک کو کہاں لے گئے۔ انہوں نے کہا کہ کاغذ لہرانے والا ٹاؤٹ وفاق میں نہیں جا سکتا، دوسروں پر الزام لگاتا ہے۔

NOTICE INVITING TENDER

The Senior Superintendent of Police Traffic Quetta invites bids from eligible bidders to provide catering items for officers/officials of Traffic Branch, Quetta during the holy smonth of Ramzan:- Bid security 02% and Tender fee Rs.1000 for the work.

Name of Items	Required Quantity
Samosa	231-Nos. per day
Pakoday	03-Nos. per day/for 231-persons
Juice Nestle	231-Nos. per day
Mineral Water (Nestle)	231-Bottle per day
Dates	03-Nos. per day/for 231-persons
Sweet (Barfi)	02-Nos. per day/for 231-persons
Disposable Pack Material	231-Nos. per day

Procurements shall be made under the Balochistan Public Procurement Rules-2014. **Eligibility of Biddders:** The bidder must have completed 03-Nos. successfully assignments of similar nature of work in last 3 years. Turnover of at least annually PKR 2,000,000/- in last three years showing financial capacity of the firm. Registration with relevant taxation departments. **Method of procurement:** Single stage-two envelope procedure lowest cost. Bid Security: The bids must accompany Bid security in the form of Call Deposit or Bank Guarantee of amount specified above in the name of the undersigned form scheduled bank. **Tender documents:** The bidding documents can be obtained from the office of the Senior Superintendent of Police Traffic Quetta upon payment (non-refundable) bidding documents fee (amount mentioned above) through Green Challan. (The NIT & Bidding Document can also be downloaded from www..bppra.org.pk). **Issuance of tender Documents:** From the date of publication of NIT to 09/04/2021, during office hours on working days. **Last Date of bid submission:** The tender must be submitted latest by 09/04/2021 till 11:00 AM at the office of the undersigne. **Tender Opening:** All tenders will be opened on same day at the office of the undersigned at 12:00 PM in presence of Bidders/representatives. Address: SSP Traffic office Spiny Road Quetta. Phone No.081-9213316 Fax 081-9213317 Email info@qtp.gob.pk. TSE183206.

Senior Superintendent of Police, Traffic Quetta.

PRQ NO.2764/25-03-2021

www.dpr.gob.pk. @dpr_gob dpr.gob @dgpr.balochistan

پورے صوبے میں ایک بھی موٹروے نہیں ہے، پشتونخوا میپ

ٹریفک حادثات میں ہلاکتوں کی جو تعداد ہے وہ ایک سروے کے مطابق کرونا کی وباء سے ہلاکتوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہے

حکومت و متعلقہ ادارے، نیشنل ہائی وے اتھارٹی، پراونشل ٹرانسپورٹ اتھارٹی، ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی کی جانب سے کوئی اقدامات نظر نہیں آتے ہیں

بقیہ 29 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

جامعہ کی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار نبھاتے رہیں گے، بختیار احمد

بقیہ 30 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

گجر نالے کا 9 کلومیٹر اور نگی نالہ کا 7 کلومیٹر علاقہ تجاوزات سے خالی کرالیا گیا

سپریم کورٹ کے احکامات کی روشنی میں کراچی کے اورنگی اور گجر نالے پر تجاوزات کے خلاف آپریشن جاری

بقیہ 33 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

مستونگ کے نواحی علاقے میں مسلح افراد کی فائرنگ، ایک شخص جاں بحق

بقیہ 31 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

اندرون ملک پروازوں میں کھانے کے بعد پانی کی سروس پر بھی پابندی

سی اے اے کی جانب سے کورونا کی حفاظتی اقدامات کے تناظر میں احکامات جاری

بقیہ 34 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

کراچی، سندھ بھر کے 99 یو سی سیکرٹریز کو عہدوں سے ہٹادیا گیا

بقیہ 32 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

اسلام آباد، وزیراعظم عمران خان بنی گالا میں میڈیا کے نمائندوں سے بات چیت کر رہے ہیں

تنظیم اساتذہ کا زیر اہتمام یتیم و نادار بچوں میں تعلیمی ریلیف پیکج تقسیم

بقیہ 35 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ انسانی المیہ بن چکا ہے، عارف علوی

جنوبی ایشیا کی ترقی تعصب، مذہبی انتہاپسندی کی سیاست کو ترک کرنے سے، صدر مملکت

بقیہ 37 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

کراچی، ماڈل پولیس اسٹیشن کلفٹن میں خوبصورت مسجد کا قیام

بقیہ 36 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

آئی ایم ایف نے پاکستان کیلئے 50 کروڑ ڈالر کی قسط فوری طور پر جاری کرنیکی منظوری دیدی

بقیہ 38 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

وفاقی وزیر توانائی کی ہدایت پر واپڈا افسران کا دورہ

بقیہ 39 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

خضدار میں 166 اسکول بند ہیں دس کا عمل بھی معطل ہے، یونس زہری

جہاں پہ اسکول قائم ہیں وہاں کے بچے ناخواندگی کا شکار اور جہالت کی اندھیر نگری میں جا رہے ہیں، رکن بلوچستان اسمبلی

اس پر 255 ملین روپے خرچ ہو چکے ہیں

بقیہ 40 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

خیبر پختونخوا میں بزرگ شہریوں کی کورونا ویکسینیشن کیلئے رجسٹریشن کی شرط ختم

ہسپتالوں کو شناختی کارڈ نمبر و دیگر تفصیلات کا ریکارڈ لازمی رکھنے کی ہدایت

بقیہ 44 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

سری نگر، جموں شاہراہ چار روز بعد جزوی طور پر بحال

بقیہ 41 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

مریم کی عدالت پیشی کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دیں گے، وزیراعظم

کورونا کی تیسری لہر خطرناک ہے، ملک میں ویکسینیشن کا عمل جاری ہے، عمران خان

بقیہ 45 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

یوم پاکستان پریڈ، وزیراعظم عمران خان کرونا میں مبتلا ہونے کے باعث شریک نہیں ہو سکے

بقیہ 42 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

یوم پاکستان کے موقع پر مسلح افواج کی پریڈ میں تمام صوبوں کی ثقافت جھلکتی رہی

بقیہ 43 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

وزیر اعلیٰ بلوچستان جام کمال خان سے پاکستان میں تعینات جرمنی کے قونصل جنرل ہولگر زائنگر ملاقات کر رہے ہیں

شب برات سے قبل قبرستانوں اور اطراف بلدیاتی انتظام مکمل کیا جائے، شارق گل

بقیہ 46 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

ہم پاکستان، ہنگری مشترکہ اقتصادی کمیشن کے دوسرے اجلاس کی میزبانی کے لئے تیار ہیں، شاہ محمود قریشی

کاروبار میں سہولت کی عالمی درجہ بندی کے مطابق پاکستان کی رینکنگ میں 28 درجے بہتری آئی ہے

بقیہ 47 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

بجلی چوری کی روک تھام ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے، کیسکو چیف

ادارے کے انجینئرز، آفیسرز اور ہنرمند کارکن ادارے کی تعمیر و ترقی اور صارفین کی بہتر خدمت کرنا اپنا نصب العین سمجھتے ہیں

موجودہ حالات میں ادارے کو مختلف چیلنجز کا سامنا ہے، بجلی چوری کی روک تھام اور ریکوری اہداف حاصل کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے

بقیہ 48 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

لاہور، پنجاب اسمبلی میں قائد حزب اختلاف حمزہ شہباز احتساب عدالت میں پیشی کے بعد واپس جا رہے ہیں

بی اے پی نوکنڈی میں منظم پارٹی بن چکی ہے، سید حاجی تاجل شاہ

پارٹی کیورکرز کو چاہیے کہ پارٹی کے سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ سماجی میں کاموں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں

نوکنڈی (نامہ نگار) کلی زور آباد نوکنڈی میں یونٹ سازی کے سلسلے میں بلوچستان عوامی پارٹی کے اجلاس میں دو یونٹ تشکیل دے دی گئیں۔ تفصیلات کے مطابق کلی زور آباد جمالزئی ہاوس میں تحصیل صدر سید حاجی تاجل شاہ، جنرل سیکرٹری بلال شہزاد برہانزئی اور خان پینل کے سنیئر رہنما سردار عبدالحکیم جمالزئی کی موجودگی میں بی اے پی کے دو یونٹس کا

بقیہ 6 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

نوکنڈی میں پانی کا مسئلہ جلد حل ہوجائیگا، عبدالراؤف قمبرانی

میری بھرپور کوشش ہے کہ ہر گھر میں پانی کی فراہمی ہوں، ایکسین چاغی

نوکنڈی (این این آئی) ایکسین پی ایچ ای چاغی عبدالراؤف قمبرانی نے کہا کہ نوکنڈی میں پانی کا مسئلہ جلد حل ہوجائیگا میری بھرپور کوشش ہے کہ ہر گھر میں پانی کی فراہمی ہوں خراب مشینریوں کی مرمت کر کے انہیں فٹ کر کے ایک دو دن میں شہر میں پانی کی فراہمی شروع ہوجائیگی بونگ واٹر سپلائی اسکیم ایک دور دراز علاقہ اور سخت موسم کی وجہ سے خراب

بقیہ 7 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

سرگودھا، پتنگ بازی روز کا معمول بن گئی

پولیس نے پتنگ فروش کو گرفتار کر کے ڈوریں، پتنگیں برآمد کرلیں

سرگودھا (این این آئی) حکومت پنجاب کی پتنگ بازی پر پابندی کے باوجود سرگودھا میں پتنگ بازی کے مظاہرے روز کا معمول بن گئے پولیس نے قصبہ میانی میں پتنگ فروش کو گرفتار کر کے 10 کیمیکل ڈوریں و 25 پتنگیں برآمد کرنے پر مقدمہ درج کر لیا۔ زرائع کے مطابق حکومت پنجاب نے صوبہ بھر میں پتنگ بازی روک تھام کے

بقیہ 8 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

این اے 249 ضمنی انتخاب، حساس پولنگ اسٹیشنز پر سی سی ٹی وی کیمرے لگانے کا فیصلہ

سانگھڑ، عمرکوٹ اور ملیر میں پرامن انتخابات سندھ حکومت کے تعاون کی وجہ سے ممکن ہوئے، صوبائی الیکشن کمشنر

کراچی (این این آئی) این اے 249 کراچی میں ضمنی انتخابات کے لیئے حساس پولنگ اسٹیشنز پر سی سی ٹی وی کیمرے لگانے کا فیصلہ کرلیا گیا ہے۔ چیف سیکریٹری سندھ سید ممتاز علی شاہ کی زیر صدارت این اے 249 ضمنی انتخابات کے متعلق اجلاس ہوا۔ اجلاس میں این اے 249 ضمنی انتخابات کے لئے سیکیورٹی اور انتظامی معاملات کا

بقیہ 12 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

تعلیمی ادارے ایس او پیز پر سختی سے عمل کریں، سید طارق شاہ

جہاں تعلیم ضروری ہے وہاں بچوں کی صحت کا بھی خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے

کراچی (این این آئی) آل پرائیویٹ اسکولز منیجمنٹ ایسوسی ایشن سندھ کے چیئرمین سید طارق شاہ نے این سی او سی کی میٹنگ کے بعد ایک بیان میں کہا کہ تعلیمی ادارے ایس او پیز پر سختی سے عمل کریں انہوں نے کہا کہ بچوں کی تعلیم کے ساتھ انکی صحت بھی ضروری ہیچونکہ جہاں تعلیم ضروری ہے وہاں بچوں کی صحت کا بھی خیال رکھنا انتہائی ضروری

بقیہ 13 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

(ن) لیگ کی نائب صدر مریم نواز کی نیب میں (آج) ہونے والی پیشی ملتوی

انتظامیہ کو فی الفور تمام سکیورٹی اقدامات واپس ختم کرنے کی ہدایات، ترجمان نیب

لاہور (این این آئی) قومی احتساب بیورو (نیب) نے کرونا کے پھیلاؤ کے پیش نظر مسلم لیگ (ن) کی نائب صدر مریم نواز کی آج بروز (جمعہ) کو ہونے والی پیشی ملتوی کردی۔ قومی احتساب بیورو (نیب) میں ایک اعلیٰ سطحی اجلاس منعقد ہوا جس مین مریم نواز کی پیشی اور نیشنل کمانڈ اینڈ آپریشن سنٹر کی جانب سے ملک میں کرونا وباء کی تیسری اور شدید لہر کے حوالے سے جاری حالیہ ہدایات کا بغور جائزہ لیا گیا۔ اجلاس میں بتایا گیا کہ این سی او سی کی جانب سے

بقیہ 14 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

متاثرین سریاب کا احتجاج حکومت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوگا، پیپلز پارٹی

کسی کے گھر کے چھولے کو بجھا کر اچھے نتائج کی توقع رکھنا حکومت کی خام خیالی کے سوا کچھ نہیں، میر ولی محمد قلندرانی

پاکستان پیپلز پارٹی غریبوں کی پارٹی ہے حکومت نے اگر غریب دکانداروں کے ساتھ انصاف نہ کیا تو یہ مسئلہ احتجاج سے آگے نکل جائے گا

کوئٹہ (آن لائن) پاکستان پیپلز پارٹی کے ضلعی صدر میر ولی محمد قلندرانی ضلعی انفارمیشن سیکرٹری عبدالنبی سالانی پیپلز پارٹی کے ضلعی ترجمان شاہ جہان بلوچ، محمد یوسف، شاہ حسین، سید کامران ودیگر نے سریاب روڈ کے متاثرہ خاندانوں کے احتجاجی کیمپ کا دورہ کیا اور دکانداروں سے اظہار یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ متاثرہ دکانداروں کے ماوضوں کے معاملے میں حکومت انصاف کے تقاضوں کو پورا کرے انہوں نے کہا کہ حکومت کی جانب سے معاوضوں کے نام پر دکانداروں کو دھوکہ دیا جارہا ہے جو کہ دکانداروں کے معاشی قتل عام کے

بقیہ 1 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

حکومت کو مجبور کریں گے کہ وہ ملازمین کے مطالبات حل کرے، رشید غلامانی

خضدار (نامہ نگار) پاکستان پیرا میڈیکل اسٹاف ایسوسی ایشن ضلع خضدار کی کابینہ اور جنرل باڈی کا ہنگامی اجلاس زیر صدارت ضلعی صدر عبدالرشید غلامانی منعقد ہوا۔ اجلاس میں صوبائی نائب صدر ضلعی جنرل سیکریٹری محمد اسماعیل زہری، چیئرمین محمد

بقیہ 4 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

ٹی بی ایک مہلک مرض ہے لیکن یہ سو فیصد قابل علاج مرض ہے، شبیر مینگل

ٹی بی کے مرض کو ختم کرنے کیلئے بلوچستان میں مختلف ادارے کام کر رہے ہیں

لورالائی (نامہ نگار) ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر MDR آفس لورالائی میں ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر ڈاکٹر شبیر احمد مینگل، ڈپٹی ڈسٹرکٹ آفیسر ڈاکٹر عبدالحلیم اتمانخیل، ریجنل کوارڈینٹر (مریسکور) ڈاکٹر داد محمد اور فیلڈ سپر وائزر (مریسکور) فضل داد نے پرہجوم پریس کانفرنس ٹی بی آگاہی سے متعلق کہا کہ ٹی بی ایک مہلک مرض ہے لیکن یہ سو فیصد قابل

بقیہ 2 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

والدین سے درخواست ہے کہ بچوں کو سمجھائیں، نوکنڈی لیویز انتظامیہ

نوکنڈی (نامہ نگار) نوکنڈی لیویز انتظامیہ کی ریسنگ کرنے والے منچلوں اور کالے شیشے والی گاڑیوں کے خلاف کریک ڈاون۔ موٹر سائیکل قبضے میں لے لی۔ تفصیلات کے مطابق تحصیلدار نوکنڈی محمد ہاشم کردنے رسالدار سردار نبی بخش حسنی، نائب

بقیہ 5 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

آئی بی اے پاس ہیڈ ماسٹرز کا معاملہ ہائی کورٹ میں ہے، سعید غنی

محکمہ تعلیم میں بہتری کے جو اقدامات شروع کئے ہیں اس کے مثبت نتائج سامنے آنا شروع ہوگئے ہیں

کراچی (این این آئی) وزیر تعلیم و محنت سندھ سعید غنی نے کہا کہ ہم نے محکمہ تعلیم میں بہتری کے جو اقدامات شروع کئے ہیں اس کے مثبت نتائج سامنے آنا شروع ہوگئے ہیں۔ کوووڈ کے باعث سب سے زیادہ نقصان تعلیم کے شعبہ کو ہوا ہے اور گذشتہ ایک سال کے دوران کئی ایسے منصوبے ہم شروع نہیں کرسکیں جو پلان کئے ہوئے تھے۔ اساتذہ کی

بقیہ 3 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

وزیراعلیٰ سندھ کا وکیل خلیل انڑ کی اہلیہ کا دریائے کنہار میں بہہ جانے کا نوٹس

کراچی (این این آئی) وزیراعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ نے ہائی کورٹ کے وکیل خلیل انڑ کی اہلیہ کا دریائے کنہار (خیبر پختونخواہ) میں بہہ جانے کا نوٹس لیا۔ واضح رہے کہ خلیل انڑ ہنی مون منانے کیلئے بالاکوٹ گئے تھے، جہاں بالاکوٹ کے قریب

بقیہ 9 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

آئی جی پولیس بلوچستان محمد طاہر رائے ہلال شجاعت بلوچستان کانسٹیبلری قاسم لائن میں سلامی گارڈ کا معائنہ کر رہے ہیں

واسا ہیڈ آفس کے ڈی ایم ڈی انجینئرنگ افتخار الدین نعیم ریٹائر ہوگئے

لاہور (این این آئی) واسا ہیڈ آفس کے ڈی ایم ڈی انجینئرنگ افتخار الدین نعیم ریٹائر ہوگئے، افتخار الدین نعیم جولائی 1988 میں ایس ڈی او بھرتی ہوئے اور 33 سال واسا لاہور میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ سروس کے آخری روز ڈی ایم ڈی

بقیہ 10 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

پانی ایک بہت بڑی نعمت ہے، نور محمد دمڑ

اس سال بلوچستان میں بارشیں اور برفباری نہ ہونے کی وجہ سے شدید خشک سالی کا سامنا ہے

کوئٹہ (حریف ترین) صوبائی وزیر پی ایچ ای، واسا حاجی نور محمد خان دمڑ نے کہا کہ موجودہ حکومت صوبے میں بارش کی پانی کو محفوظ بنانے کیلئے صوبے بھر میں ڈیموں کی تعمیر کیلئے سنجیدہ اقدامات اٹھارہی ہیں انہوں نے کہا کہ پانی ایک بہت بڑی نعمت ہے انہوں نے کہا کہ اس سال بلوچستان میں بارشیں اور برفباری نہ ہونے کی وجہ سے شدید خشک سالی کا

بقیہ 11 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

قرآن پاک کے ارشادات پر ہم نے عمل نہیں کیا ہے، جماعت اسلامی

عظمت القرآن کانفرنس کا اصل مقصد قرآن کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے تاکہ مسلمان قرآن پر عمل کریں، مولانا عبدالحق ہاشمی

نبی کریم کا فرمان ہے کہ چار رستوں میں سے ایک کا انتخاب کریں پانچویں راستہ ہلاکت کا راستہ ہے، امیر جماعت اسلامی سمیت دیگر کا خطاب

پنجگور (این این آئی) پنجگور مرکز اسلامی سندے سر میں عظمت القرآن کانفرنس اور 47 حفاظ حظام کی دستار بندی کی پروقار تقریب زیر صدارت جماعت اسلامی کے صوبائی صدر مولانا عبدالحق ہاشمی منعقد ہوئی تقریب کے مہمان خصوصی مولانا احمد جمشید خان اور میزبان جماعت اسلامی کے ضلعی امیر حافظ صفی اللہ تھے۔ تقریب سے سابق امیر مولانا نور محمد مدنی مفتی مکران مولانا مفتی مولابخش حافظ محمد اعظم محمد اشرف مینگل مولانا عبد الغفار اور دیگر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عظمت القرآن کانفرنس کا اصل مقصد قرآن کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے تاکہ

بقیہ 15 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

صوبائی وزیر داخلہ میر ضیاء لانگو تربت سیف سٹی پروجیکٹ سے متعلق منعقدہ اجلاس کی صدارت کر رہے ہیں

ملی نغموں کی دھن پر یوم پاکستان پریڈ کا آغاز

شکر پڑیاں کے پریڈ گراؤنڈ میں قومی علم کو 21 توپوں کی سلامی پیش

اسلام آباد (این این آئی) آرمی اسکول آف میوزک کے بینڈ نے ملی نغموں کی دھنیں پیش کر کے یوم پاکستان پریڈ کی تقریب کا آغاز کیا۔ جمعرات کو شکر پڑیاں کے پریڈ گراؤنڈ میں قومی علم کو 21 توپوں کی سلامی پیش کی گئی اور 105 فیلڈ رجمنٹ نے قومی علم کو سلامی دی۔ تقریب میں بری فوج کے سربراہ چیف آف آرمی اسٹاف جنرل قمر جاوید باجوہ

بقیہ 12 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

مسلح افواج کی پریڈ کا تھیم ایک قوم اور ایک منزل مختلف رنگوں میں نظر آیا

مختلف فلوٹس پر پاکستان کے تشخص کی احسن انداز میں عکاسی کی گئی، خواتین ڈھولچی ڈھول پارٹی کا اہم حصہ تھیں

اسلام آباد (این این آئی) یوم پاکستان پر مسلح افواج کی پریڈ کا تھیم ایک قوم اور ایک منزل مختلف رنگوں میں نظر آیا۔ جمعرات کو مسلح افواج کی پریڈ کی مرکزی تقریب میں بری فوج کے سربراہ چیف آف آرمی اسٹاف جنرل قمر جاوید باجوہ، چیئرمین جوائنٹ چیفس آف اسٹاف کمیٹی جنرل ندیم رضا، وائس چیف آف ایئر اسٹاف ایئر مارشل سید نعمان علی،

بقیہ 17 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

مسلم لیگ (ن) اور ان کی کنیزیں ڈسکہ الیکشن پر ماتم کرتی رہیں، فردوس عاشق اعوان

سپریم کورٹ فیصلے نے مسلم لیگ (ن) کے بے بنیاد بیانیہ کو بے نقاب کردیا ہے

اسلام آباد (این این آئی) وزیراعلیٰ پنجاب کی معاون خصوصی ڈاکٹر فردوس عاشق اعوان نے کہا ہے کہ سپریم کورٹ فیصلے نے مسلم لیگ (ن) کے بے بنیاد بیانیہ کو بے نقاب کردیا ہے، درباریوں نے این اے 75 کے الیکشن کو متنازع بنانے کی بھرپور

بقیہ 23 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

سپریم کورٹ کا پنجاب کے بلدیاتی ادارے بحال کرنے کا حکم

پنجاب حکومت چاہتی ہے اختیارات کو نچلی سطح تک منتقل کیا جائے، ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل پنجاب

اسلام آباد (این این آئی) سپریم کورٹ نے پاکستان تحریک انصاف کی صوبائی حکومت کے بلدیاتی ایکٹ کے سیکشن 3 کو آئین سے متصادم قرار دیتے ہوئے پنجاب کے بلدیاتی ادارے بحال کرنے کا حکم دیدیا۔ چیف جسٹس گلزار احمد کی

بقیہ 24 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

بھارت کی مہمان نوازی بہت اچھی، رویہ بہتر تھا، مہر علی شاہ

انڈیا نے ہمیں کووڈ کے ٹف ٹائم میں مدعو کیا، یہی مثبت پیش رفت ہے، پاکستانی انڈس کمشنر

اسلام آباد (این این آئی) پاکستانی انڈس کمشنر سید مہر علی شاہ نے کہا ہے کہ بھارت کی مہمان نوازی بہت اچھی تھی رویہ بہتر تھا۔ مہر علی شاہ کی قیادت میں پانچ رکنی وفد بھارتی انڈس حکام سے مذاکرات کے بعد واہگہ کے راستے بھارت سے وطن واپس پہنچا۔ مہر

بقیہ 28 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

گورنر بلوچستان امان اللہ خان یلسین زئی سے پاکستان میں تعینات جرمن قونصل جنرل ہولگر زانگر ملاقات کر رہے ہیں

لیویز فورس مثالی کارکردگی سے نمایاں مقام حاصل کر چکی ہے، ڈی جی لیویز

خدا کرے یہ امتیاز تا ابد قائم و دائم رہے لیویز فورس خضدار کی مثالی اور شاندار کردار نے نہ صرف اپنا بلکہ اپنے آفیسرز کا سر فخر سے بلند کیا ہے

اس وقت صوبے بھر سے تقریباً سات سو سے زائد لیویز اہلکار تربیت حاصل کر رہے ہیں عنقریب ان کا تربیت کا دورانیہ اختتام کے مراحل میں ہے

خضدار (این این آئی) ڈائریکٹر جنرل لیویز بلوچستان مجیب الرحمٰن قمبرانی نے کہا ہے کہ لیویز فورس اپنی مثالی کارکردگی کی بنیاد پر نمایاں مقام حاصل کر چکی ہے خدا کرے یہ امتیاز تا ابد قائم و دائم رہے لیویز فورس خضدار کی مثالی اور شاندار کردار نے نہ صرف اپنا بلکہ اپنے آفیسرز کا سر فخر سے بلند کیا ہے اٹھارہ مارچ کو باغبانہ میں اغوا کاروں کو جس جرات اور بہادری سے نہ صرف پسپا کیا بلکہ مغویوں کو بازیاب کر کے ایک اغوا کار کو منطقی انجام تک پہنچایا ان خیالات کا اظہار انہوں نے لیویز ٹریننگ سینٹر خضدار میں اٹھارہ مارچ کو باغبانہ میں لیویز

بقیہ 19 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

صدر مملکت عارف علوی کو خصوصی بگھی میں پریڈ میں لایا

اسلام آباد (این این آئی) صدر مملکت عارف علوی کو صدارتی پروٹوکول میں خصوصی بگھی میں پریڈ میں لایا گیا جس کے بعد قومی ترانہ بجایا گیا اور تینوں مسلح افواج کے چاق و چوبند دستوں نے صدر کو سلامی

بقیہ 18 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

پنجاب حکومت بلدیاتی انتخابات کرانے کے لیے تیار ہے

حکومت چاہتی ہے اختیارات کو نچلی سطح تک منتقل کیا جائے، ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل

اسلام آباد (این این آئی) سپریم کورٹ نے بلدیاتی ایکٹ کے سیکشن 3 کو آئین سے متصادم قرار دے کر پنجاب کے بلدیاتی اداروں کو بحال کر دیا۔ جمعرات کو سپریم کورٹ میں بلدیاتی انتخابات سے متعلق کیس کی سماعت ہوئی، ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل پنجاب عدالت میں پیش ہوئے، ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل پنجاب نے عدالت کے سامنے

بقیہ 20 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

مسلح افواج کی پریڈ، تمام افراد کو فیس ماسک فراہم کیے گئے

اسلام آباد (این این آئی) مسلح افواج کی پریڈ دیکھنے والے تمام افراد کو فیس ماسک فراہم کیے گئے اور درجہ حرارت کی جانچ کیلئے ٹمپریچر گنز استعمال کی گئیں۔ جمعرات کو مسلح افواج کی پریڈ کی مرکزی

بقیہ 22 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

ایف آئی اے کی کارروائی، 29 افراد کے خلاف مقدمات درج

خفیہ اکاؤنٹس سے روزانہ کروڑوں روپے منتقل کیے جارہے تھے، بڑے پیمانے پر منی لانڈرنگ کرنے کا انکشاف

لاہور (این این آئی) ایف آئی اے نے شوگر مافیا کے خلاف کریک ڈاؤن کرتے ہوئے سٹہ بازی اور چینی کی ذخیرہ اندوزی کرنے پر شوگر مافیا کے 10 بڑے گروپوں کے 29 افراد کے خلاف مقدمات درج کر لیے اور چینی کی ہزاروں بوریاں برآمد کرلیں۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق شوگر مافیا مخصوص کوڈ کے ساتھ واٹس ایپ پر پیغامات دے کر

بقیہ 21 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

ٹرینوں میں 70 فیصد بکنگ کا حکم، بغیر ماسک سفر کرنیوالوں پر جرمانہ ہوگا

لاہور (این این آئی) ریلوے حکام نے کورونا ایس او پیز کے تحت ٹرینوں میں صرف 70 فیصد بکنگ کے احکامات دے دیئے۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق ملک میں کورونا کی تیسری لہر میں تیزی کے

بقیہ 25 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

گلگت، مسافر گاڑی پر فائرنگ کے نتیجے میں 5 افراد جاں بحق، 7 زخمی

جاں بحق اور زخمیوں کا تعلق نلتر بالا سے ہے، پولیس نے علاقے کو گھیرے میں لیکر شواہد اکٹھے کر لئے

گلگت (این این آئی) گلگت میں مسافر گاڑی پر فائرنگ کے نتیجے میں 5 افراد جاں بحق اور 7 زخمی ہو گئے۔ ایس ایس پی گلگت کے مطابق مسافر گاڑی گلگت سے نلتر بالا جا رہی تھی کہ نامعلوم افراد کی جانب سے نلتر پائن میں آر سی پل کے قریب گاڑی پر فائرنگ کی گئی۔ پولیس حکام کے مطابق فائرنگ کے نتیجے میں کم از کم 5 افراد جاں بحق اور 7

بقیہ 26 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں

پاکستان اور کشمیر کی حفاظت کیلئے کسی بھی قربانی سے گریز نہیں کرینگے، قائم لاشاری

23 مارچ کی اہمیت کو سمجھنا ہمارے لئے ضروری ہے یوم پاکستان کا دن ہمارے لئے عید کے دن کی طرح اہمیت کا حامل ہے

پاکستانی عوام اپنی آزادی پر کسی بھی قسم کا سمجھوتہ نہیں کریں گے پاکستان کی ترقی کیلئے ہر فرد کو اپنا مثبت کردار ادا کرنا ہے، ڈپٹی کمشنر پشین

پشین (این این آئی) ڈپٹی کمشنر پشین قائم لاشاری نے کہا کہ پاکستان اور کشمیر کی حفاظت کیلئے کسی بھی قربانی سے گریز نہیں کریں گے 23 مارچ کی اہمیت کو سمجھنا ہمارے لئے ضروری ہے یوم پاکستان کا دن ہمارے لئے عید کے دن کی طرح اہمیت کا حامل ہے یہ وہ تاریخی دن ہے جس روز برصغیر کے مسلمانوں یک آواز ہو کر اپنے لئے ایک الگ وطن کے قیام کی داغ بیل ڈال دی تھی ان خیالات کا اظہار انہوں تعلیم فاؤنڈیشن گرائمر ہائی سکول میں یوم پاکستان کی مناسبت سے منعقدہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ اس موقع پر طلباء و طالبات نے ملی نغمے

بقیہ 27 صفحہ نمبر2پر ملاحظہ فرمائیں